www.kashmirulyoum.com.pk

ABC CERTIFIED

Reg.No.885,Mails.B/NPR-234

راولپنڈی

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

ماہنامہ

کشمیر الیوم

(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 24 شمارہ نمبر 1 ، اگست 2026 صفر/ربیع الاول ۱۴۴۸

مت سمجھو ہم نے بھلا دیا!!!

بہت عظیم تھے ہمارے امیر العظیم!!!

جواب حاضر ہے

مفتی خالد عمران خالد!!!

5 اگست 2019 کے بعد کا کشمیر

سید عارف بہار، سید عمر گردیزی، شہزاد منیر احمد اور محمد شہباز بڈگامی کی چشم کشا تحریریں

اس کے علاوہ مزاحمتی ادب، سید محمد مبارک شاہ کا تحقیقی کالم اور بہت ساری معلوماتی تحریریں

کتاب ”کشمیر فریب زدہ“ تاریخی تناظر میں ایک منفرد اور قابل قدر تصنیف ہے

”کشمیر فریب زدہ“ شیخ محمد امین صاحب کی لکھی ہوئی کتاب پڑھنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ، یہ ایک عمدہ اور فکر انگیز تصنیف ہے۔ مسئلہ کشمیر پر متعدد اہلِ قلم نے اپنی گراں قدر تصانیف کے ذریعے اس موضوع کو اجاگر کیا ہے، تاہم موصوف کی کتاب ”کشمیر فریب زدہ“ تاریخی تناظر میں ایک منفرد اور قابل قدر تصنیف ہے۔ جس میں تمام واقعات حوالہ جات کے ساتھ اندراج کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے ذریعے کشمیر کی تاریخ کو مختصر مگر مدلل، نئی نسل تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنے دربار میں شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔ اکثر کشمیریوں کے ذہن میں شیخ عبداللہ، میر واعظ محمد یوسف شاہ اور کئی دوسرے لوگوں کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اس کتاب میں ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ اشخاص نے کشمیریوں کے ساتھ بے وفائی کی، بلکہ اوّل الذکر نے صرف لیلیٰ اقتدار پر براجمان ہونے کے لئے کھلی غداری کا ارتکاب کیا اور اپنی 22 سالہ آزادی کی جدوجہد کو آوارہ گردی قرار دے کر ناعاقبت اندیشی کا بین ثبوت پیش کیا۔ مصنف نے کتاب میں حقائق کا اظہار جس بیباکی کے ساتھ کیا ہے دوسرے مصنفین خوف و ڈر کی وجہ سے ان حقائق کا اظہار کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے جہاں کشمیری قوم کی شومئی قسمت دیکھ کر دل پریشان ہوتا ہے وہی اس کتاب کے آخر میں راقم نے کچھ تاریخی واقعات کا ذکر کر کے مایوسی اور بے اطمینانی کو دور کیا ہے۔

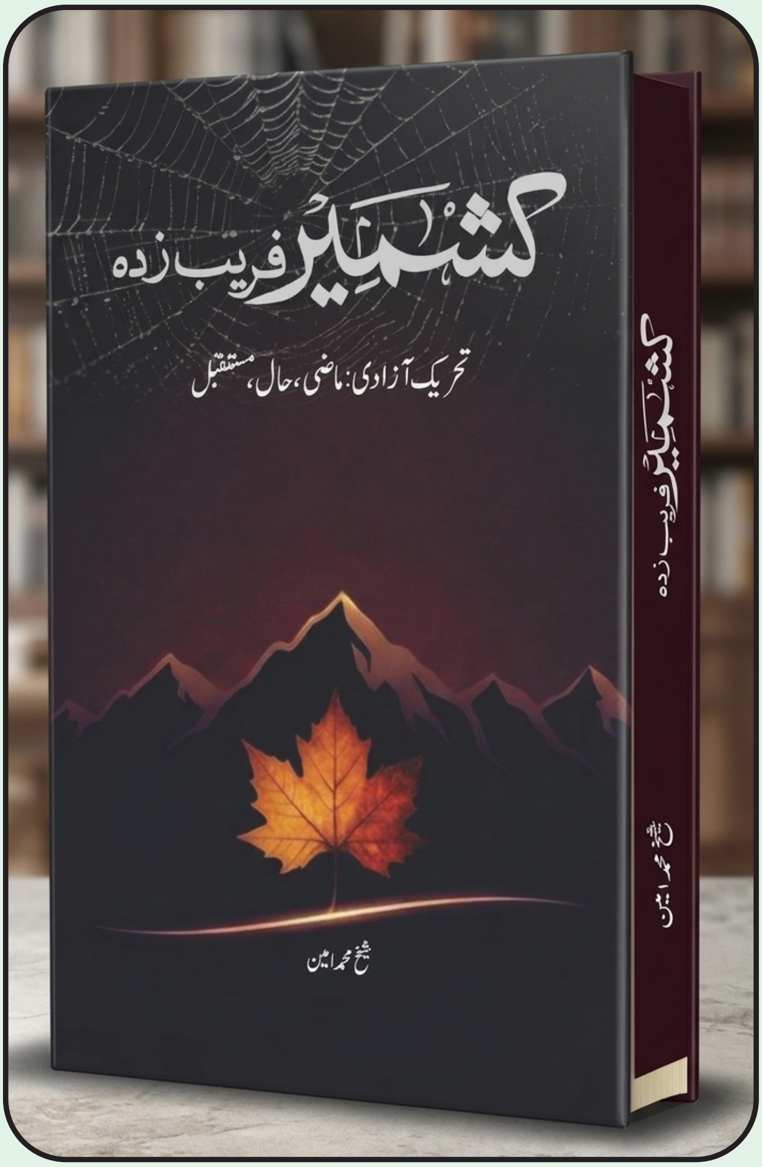

محمد سیف اللہ خالد

ڈپٹی سپریم کمانڈر حزب المجاہدین

www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان
راولپنڈی
ماہنامہ
کشمیر الیوم
(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 24 شمارہ نمبر 1، اگست 2026 صفر/ربیع الاول ۱۴۴۸

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب
آزاد جموں و کشمیر : غازی محمد اعظم
گلگت بلتستان : عبدالہادی بونجوی
سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی
جموں : وجے کمار رینا
لداخ : جعفر حسین علوی
لندن : انوارالحق
نیویارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابوحماد
کمپوزنگ / منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف
معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

Regd. No. 885
Mails. B/NPR-234

مجلس مشاورت

حامد میر
سید عارف بہار
راجہ ذاکر خان
سرور منیر راؤ
رُباب عائشہ
عاصم قدیر رانا

اس شمارے میں

اداریہ	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	حق تو یہ ہے	03
یہ تو دیوار پر لکھا ہوا ہے	سید عارف بہار	گرداب	04
بہت عظیم تھے ہمارے امیر العظیمؒ	اس۔ایم۔امین	شخصیات	05
حق خود ارادیت کشمیر	شہزاد منیر احمد	نقش و خیال	07
کیا گلگت بلتستان کو صوبہ بنانا درست ہوگا	عمر اویس گردیزی	گرد و پیش	10
5 اگست 2019 کے بعد کا کشمیر	شیخ محمد امین	حرف حُر	12
شہید کمانڈر برہان الدین حجازیؒ	عبدالباسط شہید	تذکرہ شہید	16
شہید برہانؒ کی یاد میں یادگار مشاعرہ	ادارہ	مزاحمتی ادب	18
نفس انسان کی مابعد طبیعیاتی اور مادی حقیقت	سید محمد مبارک شاہ	گوشہ اسلام	21
5 اگست سیاسی جبر کا دن	محمد شہباز بڈگامی	اظہار خیال	23
شہید محمد یاسین یتوؒ	بشیر کرمانی	تذکرہ شہداء	25
اقوام متحدہ کی ذمہ داری	محمد احسن مہر	فکر و نظر	27
کوثر اقبالؒ، عبدالماجد بھائی	عادل ترابی/ اویس بلال	تذکرہ شہید	28
جواب حاضر ہے	مفتی خالد عمران خالد	سوال و جواب	29
کشمیر کہانی	ہمایوں قیصر	کشمیر کے شب و روز	30

ماہنامہ کشمیر الیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز
مقام اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

قیمت 50 روپے، سالانہ زرتعاون 500 روپے

خط و کتابت اور رابطہ کیلئے : دفتر ماہنامہ ''کشمیر الیوم'' NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی kashmirulyoum2019@gmail.com. 0318-5355344

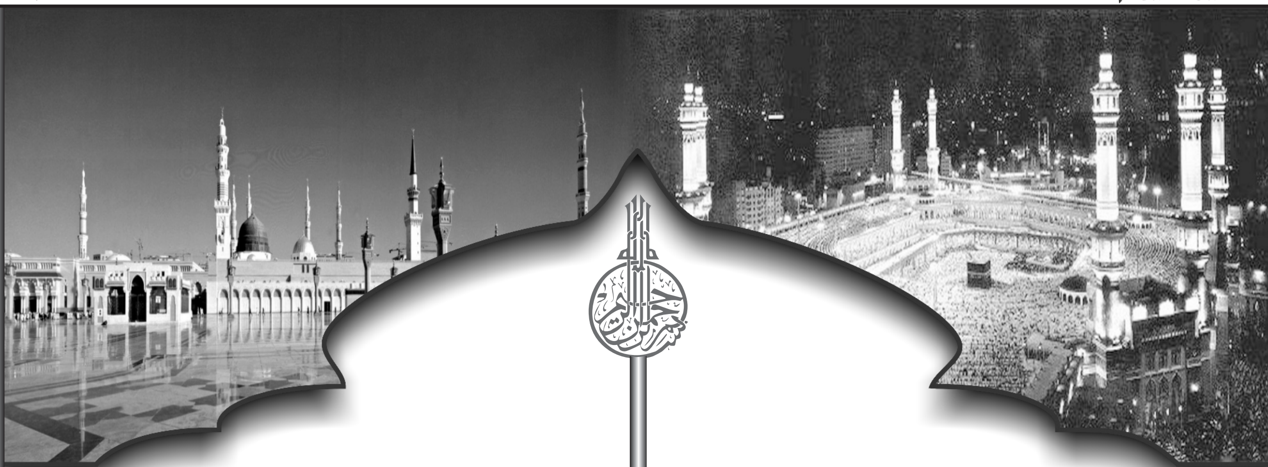

القرآن

اللہ زبردست ہے اور انتقام لینے والا ہے!!!

اب یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ کو تم اس سے غافل نہ سمجھو۔ اللہ تو انہیں ٹال رہا ہے اس دن کے لیے جب حال یہ ہوگا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہیں۔ سر اٹھائے بھاگے چلے جارہے ہیں، نظریں اوپر جمی ہیں اور دل اڑے جاتے ہیں۔ اے محمدؐ اس دن سے تم انہیں ڈراؤ جب کہ عذاب انہیں آلے گا۔ اس وقت یہ ظالم کہیں گے کہ ”اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دے، ہم تیری دعوت کو لبیک کہیں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے۔“ (مگر انہیں صاف جواب دے دیا جائے گا کہ) کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم پر تو کبھی زوال آنا ہی نہیں ہے؟ حالانکہ تم ان قوموں کی بستیوں میں رہ بس چکے تھے جنہوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اور دیکھ چکے تھے کہ ہم نے ان سے کیا سلوک کیا اور ان کی مثالیں دے دے کر ہم تمہیں سمجھا بھی چکے تھے۔ انہوں نے اپنی ساری ہی چالیں چل دیکھیں، مگر ان کی ہر چال کا توڑ اللہ کے پاس تھا، اگرچہ ان کی چالیں ایسی غضب کی تھیں کہ پہاڑ ان سے ٹل جائیں۔

پس اے نبیؐ تم ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اللہ کبھی اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدوں کے خلاف کرے گا۔ اللہ زبردست ہے اور انتقام لینے والا ہے۔ ڈراؤ انہیں اس دن سے جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیے جائیں گے اور سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔ اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوں گے، تارکول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھائے جارہے ہوں گے۔ یہ اس لیے ہوگا کہ اللہ ہر متنفس کو اس کے کیے کا بدلہ دے گا۔ اللہ کو حساب لیتے کچھ دیر نہیں لگتی۔

(سورۃ ابراہیم آیت نمبر 42 تا 51 تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

الحدیث

نماز پہلے کیے ہوئے گناہوں کا کفارہ!!!

حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی مسلمان فرض نماز کا وقت ہونے پر اس کے لیے اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اس کے خشوع و رکوع کا اچھی طرح اہتمام کرتا ہے تو وہ اس (نماز) سے پہلے کیے ہوئے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ ہو، اور یہ (فرض نماز سے صغیرہ گناہوں کا معاف ہوجانا) ہمیشہ کے لیے ہے۔“ (رواہ مسلم)

رسول ﷺ سے محبت ایمان کی دلیل!!!

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کو اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ایمان کی تکمیل جب ہی ہوسکتی ہے اور ایک مسلمان پورا مومن تب ہی ہوسکتا ہے، کہ دنیا کے تمام دوسرے آدمیوں سے حتیٰ کہ اپنے ماں باپ، اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو۔

ضرورت مند کی سفارش کرنا!!!

نبی کریم ﷺ کے پاس جب کوئی مانگنے والا یا ضرورت مند آتا تو آپ فرماتے کہ لوگو! تم سفارش کرو تاکہ تمہیں بھی ثواب ملے اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے گا فیصلہ کرائے گا۔ (بخاری)

14 اگست،15 اگست اور کشمیر کا ادھورا باب!!

برصغیر کی تقسیم کا اعلان ہوا۔ 14 اگست کو پاکستان وجود میں آیا، 15 اگست کو بھارت آزاد ہوا۔ ایک طرف آزادی کے جشن تھے، نئی امیدیں تھیں، نئے پرچم تھے، نئی ریاستوں کی بنیاد رکھی جا رہی تھی، مگر انہی لمحوں میں ہمالیہ کی وادیوں میں ایک ایسا باب کھل رہا تھا جو آج تقریباً آٹھ دہائیاں گزرنے کے باوجود بند نہیں ہو سکا۔ تقسیم برصغیر کے اصولوں پر سوالات اٹھے، وعدے اور دعوے متنازع بن گئے اور جموں وکشمیر ایک ایسے تنازع کا مرکز بن گیا جس نے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو متاثر کیا۔ آج جب پاکستان اپنا یوم آزادی مناتا ہے اور اگلے ہی روز بھارت اپنا یوم آزادی، تو کشمیریوں کے ذہن میں ایک ہی سوال ابھرتا ہے کہ ان کے حصے میں کیا آیا؟ آزادی، خود اختیاری اور امن کے وعدے یا مسلسل بے یقینی، خوف اور خونریزی؟ کشمیر کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس سرزمین نے شاید سکون کا ایک لمحہ بھی پوری طرح نہیں دیکھا۔ نسلیں بدل گئیں، حکومتیں بدل گئیں، عالمی طاقتوں کے مفادات بدلتے رہے، لیکن کشمیری عوام کے حالات میں وہ بنیادی تبدیلی نہ آسکی جس کی امید انہیں دلائی گئی تھی۔ وقت کے ساتھ تشدد، سیاسی کشمکش، انسانی حقوق کی بدترین پامالیاں، جبری نقل مکانی، گرفتاریوں، محاصروں اور مسلسل خوف نے ایک پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہاں صبح بھی کربلا کے مناظر ہوتے ہیں اور شام بھی کربلا کا منظر پیش کرتی ہے۔ یہ محض ایک ادبی تشبیہ نہیں بلکہ اس احساس کی ترجمانی ہے جو کئی کشمیری خاندان برسوں سے اپنے دل میں لئے ہوئے ہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں جس نے کسی نہ کسی شکل میں جدائی، محرومی یا نقصان کا سامنا نہ کیا ہو۔ ہزاروں خاندان ایسے ہیں جن کے عزیز اس تنازع کی نذر ہوئے، بے شمار خواتین اور بچوں نے عدم تحفظ کی کیفیت میں زندگیاں گزاریں، کنن پاشپورہ کی خواتین آج بھی چیخ چیخ کر اپنا دردو غم سنا رہی ہیں۔ عالمی اداروں اور انسانی حقوق کی متعدد تنظیموں نے مختلف ادوار میں کشمیر کی صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا، رپورٹس شائع کیں، سفارشات پیش کیں، مگر زمینی حقیقت یہ ہے کہ کشمیری عوام آج بھی اپنے مستقبل کے حوالے سے غیر یقینی کا شکار ہیں۔ عالمی سیاست میں اصول اکثر مفادات کے سامنے دب جاتے ہیں، اور کشمیر بھی اسی تلخ حقیقت کی ایک نمایاں مثال بن چکا ہے۔ 5 اگست 2019 اس تنازع کی تاریخ کا ایک اہم موڑ ثابت ہوا۔ بھارت کی جانب سے آئینی تبدیلیوں اور جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے کے بعد نہ صرف سیاسی منظرنامہ تبدیل ہوا بلکہ کشمیری عوام میں اپنی شناخت، ثقافت، آبادیاتی ساخت اور مستقبل کے حوالے سے نئے خدشات نے جنم لیا۔ اس کے بعد سے زمین، روزگار، انتظامی ڈھانچے اور سماجی شناخت سے متعلق ایسے اقدامات پر مسلسل بحث جاری ہے جنہیں مختلف حلقے مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ کشمیریوں کی ایک بڑی تعداد ان تبدیلیوں کو اپنی شناخت اور تاریخی حیثیت کے لیے ایک نئے چیلنج کے طور پر دیکھتی ہے۔ یہ سوال بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ اگر مسئلہ صرف سرحدوں کا ہوتا تو شاید کسی نہ کسی مرحلے پر حل نکل آتا، لیکن جب ایک قوم اپنی شناخت، اپنے وجود اور اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہو جائے تو معاملہ محض جغرافیے تک محدود نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر آج بھی صرف ایک علاقائی تنازع نہیں بلکہ انسانی، سیاسی اور اخلاقی مسئلہ بن چکا ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں، عالمی رہنماؤں کے بیانات، مذاکرات کی بے شمار کوششیں، اعتماد سازی کے مختلف منصوبے، جنگ بندی کے اعلانات، سفارتی رابطے اور امن مذاکرات، یہ سب تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں، مگر کشمیری عوام اب بھی اس دن کے منتظر ہیں جب ان کے بچوں کی آنکھوں سے خوف ختم ہوگا اور ان کی صبحیں بارود کی بو کے بجائے امن کی خوشبو سے مہکیں گی۔ یہ حقیقت بھی نظرانداز نہیں کی جا سکتی کہ جنوبی ایشیا کے دو ایٹمی ممالک کے درمیان کشمیر کا تنازع صرف ایک مقامی مسئلہ نہیں بلکہ پورے خطے کے امن سے جڑا ہوا ہے۔ جب تک اس مسئلے کا ایسا حل تلاش نہیں کیا جاتا جس میں انسانی وقار، انصاف اور کشمیری عوام کی خواہشات کو اہمیت دی جائے، اس وقت تک پائیدار امن کا خواب ادھورا ہی رہے گا۔ تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ طاقت کے ذریعے زمین پر قبضہ تو کیا جا سکتا ہے، مگر دلوں پر نہیں۔ بندوقیں خاموشی تو پیدا کر سکتی ہیں، اطمینان نہیں۔ پابندیاں اختلاف رائے کو وقتی طور پر محدود کر سکتی ہیں، مگر احساس محرومی کو ختم نہیں کر سکتیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی برادری محض بیانات تک محدود نہ رہے بلکہ جنوبی ایشیا میں ایک ایسے ماحول کے قیام کے لیے موثر کردار ادا کرے جہاں انسانی جان، بنیادی حقوق اور انصاف کو سیاسی مفادات پر ترجیح دی جائے۔ کشمیری عوام گزشتہ کئی دہائیوں سے آزمائشوں کے ایک طویل سفر سے گزر رہے ہیں۔ ان کی خواہش صرف یہ ہے کہ انہیں وہ حق دیا جائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور وہ خوف کے سائے سے نکل کر عزت، امن اور وقار کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ 14 اگست اور 15 اگست صرف دو تاریخیں نہیں، بلکہ برصغیر کی تاریخ کے دو ایسے ابواب ہیں جن کے درمیان کشمیر کا ادھورا باب آج بھی کھلا ہوا ہے۔

یہ تو دیوار پر لکھا ہوا تھا

سید عارف بہار

خموش رہنے کی عادت بھی مار دیتی ہے
تمہیں یہ زہر تو اندر سے چاٹ جائے گا

کشمیر ولیوں اور رشیوں کی سرزمین ہے۔نالہ ہائے نیم شب اور شب زندہ داری آج بھی اس معاشرے پر ختم ہے۔کشمیر سٹریٹجک ڈیپتھ پالیسی کی زد میں آیا۔بات محدود رہتی تو اچھا تھا مگر پوری آبادی جذباتی ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔سردار عبدالقیوم خان بطور صدر آزاد کشمیر ابتدائی اجلاسوں کے گواہ اور راز داں تھے۔اسی لئے میں ہر انٹرویو میں ان سے ابتدائی پالیسی اور کہاں تک جانا ہے؟ جیسے سوالات پوچھ کر ہر بار کوئی نئی بات حاصل کرتا تھا۔1995 میں ایوان وزیراعظم میں جب ان کے پریس سیکرٹری برادرم سردار طاہر تبسم بھی موجود تھے۔انہوں نے دو اجلاسوں کے احوال سنائے ایک جنرل ضیاء کی سربراہی میں دوسرا ان کی موت کے بعد صدر غلام اسحاق خان کی سربراہی میں۔اسی دوران سردار عبدالقیوم خان کہنے لگے اعظم انقلابی کو میں نے کہا تحریک کا پروفائل ہائی نہ ہونے دیں پوری آبادی کو اس میں نہ جھونکیں۔میں نے کاونٹر کوسچین کیا کہ سردار صاحب انسانی آبادی تو جذبات کی بنیاد پر اُٹھتی ہے اس کے پروفائل کے ہائی یا لو ہونے کا فیصلہ لیڈر کمانڈر یا کوئی سرکاری ادارہ کیسے کرسکتا ہے؟ بہرحال آبادی اُٹھی اور سینتالیس پنسٹھ سمیت سارے گلے دور کردیئے۔آبادی کو خیال تھا ہم نے مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا کرنا ہیں باقی کام محمد بن قاسم نے آکر خود کرنا ہے۔ہوا اس کے برعکس یہاں تک ہم پاکستانی ہیں پاکستان ہمارا ہے نعرے کے خالق سید علی گیلانیؒ بھی گلہ گزار ہوئے کہ پاکستان نے ہند چین جنگ کے بعد نوے اکیانوے میں کشمیر حاصل کرنے کا موقع دوسری بار گنوادیا۔ظاہر ہے کہ جس نظام کے ساتھ آپ جڑے ہیں اس نے آپ کو سٹیٹس کو توڑنے کی اجازت نہیں دی ہر دوبار۔مگر بدقسمتی کی بات کہ یہی خصوصی اجازت اندرا گاندھی نے بزور طاقت حاصل کی اکہتر میں۔خصوصی اس لئے کہ سینتالیس سے اکہتر اور اس کے بعد آج تک اس ریجن میں جغرافیائی ٹوٹ پھوٹ کا واحد واقعہ پاکستان ٹوٹنا تھا۔نہ بھارت ٹوٹا نہ نیپال، بھوٹان، سری لنکا ٹوٹا۔حالانکہ غیر ایٹمی ریاست سری لنکا نے بھی تامل تحریک کے ہاتھوں خود کو ٹوٹنے سے بچالیا۔

پانچ اگست دو ہزار انیس سب معرکوں اور مرحلوں کی ماں تھا اس میں خاموشی اور مصلحت نے یہ دن دکھانا تھے۔خاموشی بھی ایسی ویسی؟۔کل ایک اخبار نویس دوست بتارہے تھے کہ اسلام آباد کا فارن میڈیا ان سے رابطے کررہا تھا کہ مظفرآباد میں جو طوفان برپا ہونے والا ہے پانچ اگست کے خلاف ہمیں اس طوفان کی کوریج کے لئے کتنے کیمرے اور کتنی ٹیم چاہئے مگر یہاں خود طاری کردہ سکوت تھا بیس لوگ باہر تھے جن میں ایک کوآرڈینیٹر مقامی صحافی اور باقی 1990 کے مہاجر راہنما عذیر غزالی کے متعلقین اور دوست۔وزیراعظم آزاد کشمیر صاحب ملک سے باہر گئے۔اہل حرا اور اہل حریت سب خاموش اور لب بستہ۔کبھی اپنی جی میل سنٹ آئٹمز سے اس دور کی اپنی تحریریں نکال کر حوالے دوں گا جس میں متنبہ کیا تھا کہ اس خاموشی کی قیمت آپ کو آزاد کشمیر میں چکانی پڑے گی۔

پانچ اگست دو ہزار انیس سب معرکوں اور مرحلوں کی ماں تھا اس میں خاموشی اور مصلحت نے یہ دن دکھانا تھے۔خاموشی بھی ایسی ویسی؟۔کل ایک اخبار نویس دوست بتارہے تھے کہ اسلام آباد کا فارن میڈیا ان سے رابطے کررہا تھا کہ مظفرآباد میں جوطوفان برپا ہونے والا ہے پانچ اگست کے خلاف ہمیں اس طوفان کی کوریج کے لئے کتنے کیمرے اور کتنی ٹیم چاہئے مگر یہاں خود طاری کردہ سکوت تھا بیس لوگ باہر تھے جن میں ایک کوآرڈینیٹر مقامی صحافی اور باقی 1990 کے مہاجر راہنما عذیر غزالی کے متعلقین اور دوست۔وزیر اعظم آزاد کشمیر صاحب ملک سے باہر گئے۔اہل حرا اور اہل حریت سب خاموش اور لب بستہ۔کبھی اپنی جی میل سنٹ آئٹمز سے اس دور کی اپنی تحریریں نکال کر حوالے دوں گا جس میں متنبہ کیا تھا کہ اس خاموشی کی قیمت آپ کو آزاد کشمیر میں چکانی پڑے گی۔

سردار عبدالقیوم خان کہنے لگے اعظم انقلابی کو میں نے کہا تحریک کا پروفائل ہائی نہ ہونے دیں پوری آبادی کو اس میں نہ جھونکیں۔میں نے کاونٹر کوسچین کیا کہ سردار صاحب انسانی آبادی تو جذبات کی بنیاد پر اُٹھتی ہے اس کے پروفائل کے ہائی یا لو ہونے کا فیصلہ لیڈر کمانڈر یا کوئی سرکاری ادارہ کیسے کرسکتا ہے؟ بہرحال آبادی اُٹھی اور سینتالیس پنسٹھ سمیت سارے گلے دور کردیئے۔

اس کے بعد لبریشن فرنٹ کا لانگ مارچ ہوا جسے جسکول میں روک دیا گیا۔اس مارچ میں ایک نوجوان کی گفتگو کی پرانی وڈیو سن رہا تھا جو کہہ رہا تھا ہمیں مت روکیں آگے جانیں دیں ہمیں روکا تو نہ سیاست رہے گی نہ ریاست۔لڑکے سے پوچھا گیا آپ کہاں سے آئے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں مڈل ایسٹ سے آیا ہوں آپ پسند کریں یا نہ کریں میرے ناقص تجربے میں وہی لڑکا رواں تحریک کا پوسٹر بوائے ہے اور وہ اپنا مقدمہ ہی کشمیر کے حوالے سے طاری خودساختہ مجبوری اور خاموشی سے شروع کرکے تحریک آزادی کے مفاد اور نقصان جیسے قدیم بیانیوں کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔مولانا فضل الرحمان اور خواجہ آصف تو جلیل القدر ہستیاں ہیں مگر پہجہ و دہن کے اعتبار سے اسے آپ ماہ رنگ بلوچ ،منظور پشتین،رسول بخش پلیجو کہہ سکتے ہیں۔آج سرزمین پونچھ میں ماضی کے معروف عسکری کردار بلکہ یکے از بانیان سردار مسعود سرفراز کو اس کے ساتھ بیٹھے دیکھا اور غازی شہزاد کی تازہ پوسٹ پڑی تو خاموشی رہنے کی قیمت کا ایک اور پہلو سامنے آیا۔جسکول میں بولنے والے نوجوان کا نام سردار امان ہے جو کشمیر پالیسی پر تابڑ توڑ حملے کررہے ہیں اور اس کے مفاد اور نقصان پہنچنے کی باتوں کو ٹرک کی بتی ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور وہ اپنے بیانیے کے لئے ساری طاقت اور توانائی پانچ اگست کی خاموشی سے کشید کررہے ہیں۔

بہت عظیم تھے ہمارے امیر العظیم

ایس۔ایم۔امین

جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل (قیم) جناب امیر العظیم کی رحلت نہ صرف جماعت اسلامی پاکستان بلکہ عالمی تحریکات اسلامی، تحریک آزادیٔ کشمیر، دینی و فکری حلقوں اور ان تمام لوگوں کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے جنہوں نے انہیں قریب سے دیکھا، سنا یا ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع پایا۔ ان کی وفات سے ایک ایسی شخصیت ہم سے جدا ہوگئی جس نے اپنی پوری زندگی دین، دعوت، تنظیم، فکری رہنمائی اور قومی و ملی مسائل کے لیے وقف کیے رکھی۔ وہ طویل عرصے سے کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا تھے لیکن بیماری نے ان کے حوصلے، عزم اور ذمہ داری کے احساس کو بھی کمزور نہیں کیا۔ وہ اپنی آخری سانس تک دعوت، تحریکی امور اور ملی ذمہ داریوں میں سرگرم رہے اور صبر و رضا کی ایک روشن مثال بن کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

مرحوم نے اپنی تحریکی زندگی کا آغاز اسلامی جمعیت طلبہ سے کیا۔ اپنی علمی صلاحیت، تنظیمی بصیرت اور قائدانہ اوصاف کے باعث وہ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات کی حیثیت سے ایک طویل عرصہ خدمات انجام دیں۔ اس دوران جماعت اسلامی کا موقف ذرائع ابلاغ اور عوام تک مؤثر انداز میں پہنچانے میں ان کا کردار ہمیشہ نمایاں رہا۔ بعد میں انہیں جماعت اسلامی پاکستان کا مرکزی سیکریٹری جنرل (قیم) مقرر کیا گیا، اور وہ اپنی وفات تک اس اہم ذمہ داری کو دیانت، اخلاص، متانت اور حسن تدبر کے ساتھ نبھاتے رہے۔

امیر العظیم کا شمار جماعت اسلامی کے ان خوش نصیب رہنماؤں میں ہوتا تھا جنہیں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی صحبت اور تربیت

سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے دین کی صحیح فہم، دعوت کی حکمت اور تحریکی مزاج انہی اکابر سے سیکھا اور پھر پوری زندگی اسی فکر کو آگے بڑھانے میں صرف کر دی۔ وہ ایک صاحب مطالعہ، صاحب فکر، نرم خو، باوقار، باعمل اور شائستہ شخصیت کے مالک تھے۔ اختلافِ رائے کے باوجود احترام، مکالمے اور دلیل کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں پاکستان ہی نہیں بلکہ عالمی دینی و تحریکی حلقوں میں بھی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

> جون 1999ء میں جب میں ایک مہاجر کی حیثیت سے پاکستان آیا تو میرے لیے سب کچھ نیا تھا۔ اپنے وطن، اپنے گھر، اپنے عزیزوں اور اپنے ماحول سے دور ایک نئی زندگی کا آغاز آسان نہیں تھا۔ انہی دنوں جماعت اسلامی کے مختلف رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ صفدر چودھریؒ، امیر العظیم صاحب، پروفیسر خورشید احمدؒ اور دیگر کئی بزرگوں کو قریب سے دیکھنے، سننے اور ان کی تحریروں سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ پروفیسر خورشید احمدؒ جیسے عظیم مفکر اور دانشور کے ساتھ کچھ عرصہ کام کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا، جو میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ لیکن اگر ذاتی تعلقات کی بات کروں تو دو شخصیات ایسی تھیں جنہوں نے مجھے محض ایک کارکن یا صحافی نہیں سمجھا بلکہ اپنے چھوٹے بھائی کی طرح اپنایا۔ ایک جناب صفدر چودھریؒ اور دوسرے جناب امیر العظیمؒ۔

تحریکِ آزادیٔ کشمیر سے ان کا تعلق محض ہمدردی یا رسمی حمایت تک محدود نہیں تھا۔ وہ کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے مضبوط حامی تھے۔ مختلف قومی اور بین الاقوامی فورمز پر انہوں نے کشمیر کے مقدمے کو مؤثر انداز میں پیش کیا۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ میں مسئلہ کشمیر کو زندہ رکھنے، کشمیری عوام کے مؤقف کو اجاگر کرنے اور آزادی کی جدوجہد کو سمجھنے میں ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ وہ کشمیری عوام کے ایک مخلص خیرخواہ اور تحریک آزادی کے ایک مضبوط پشتیبان تھے۔ میرے لیے ان کی وفات صرف ایک قومی یا تحریکی نقصان نہیں بلکہ ایک ذاتی صدمہ بھی ہے۔ بعض شخصیات سے تعلق وقت کے ساتھ قائم ہوتا ہے، لیکن کچھ لوگ پہلی ہی ملاقات میں اپنا بنا لیتے ہیں۔ امیر العظیم صاحب بھی انہی لوگوں میں شامل تھے۔

جون 1999ء میں جب میں ایک مہاجر کی حیثیت سے پاکستان آیا تو میرے لیے سب کچھ نیا تھا۔ اپنے وطن، اپنے گھر، اپنے عزیزوں اور اپنے ماحول سے دور ایک نئی زندگی کا آغاز آسان نہیں تھا۔ انہی دنوں جماعت اسلامی کے مختلف رہنماؤں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ صفدر چودھریؒ، امیر العظیم صاحب، پروفیسر خورشید احمدؒ اور دیگر کئی بزرگوں کو قریب سے دیکھنے، سننے اور ان کی تحریروں سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ پروفیسر خورشید احمدؒ جیسے عظیم مفکر اور دانشور کے ساتھ کچھ عرصہ کام کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا، جو میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ لیکن اگر ذاتی تعلقات کی بات کروں تو دو شخصیات ایسی تھیں جنہوں نے مجھے محض ایک کارکن یا صحافی نہیں سمجھا بلکہ اپنے چھوٹے بھائی کی طرح اپنایا۔ ایک جناب صفدر چودھریؒ اور دوسرے جناب امیر العظیمؒ۔

اس رشتے کی بنیاد میری کسی خوبی پر نہیں تھی بلکہ ان دونوں بزرگوں کی وسعت قلبی، محبت اور خلوص پر تھی۔ پہلی ہی ملاقات سے ایسا محسوس ہوا جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ صفدر چودھری صاحب

سے جب بھی اسلام آباد سے منصورہ جانا ہوتا تو وہ اصرار کرتے کہ کھانا انہی کے گھر کھایا جائے۔ ان کے صاحبزادے برادر مبشر چودھری اور بھتیجے معروف صحافی و ماہر ابلاغ برادر منصور جعفر صاحب سے بھی ایسی محبت اور دوستی قائم ہوئی جو الحمدللہ آج بھی برقرار ہے۔ یہ تعلقات محض رسمی نہیں بلکہ خاندانی محبت کی صورت اختیار کر گئے۔ امیر العظیم صاحب کے ساتھ بھی تعلق اسی محبت اور اعتماد پر استوار رہا۔ وہ مختلف کانفرنسوں اور سیمیناروں میں مجھے خصوصی طور پر مدعو کرتے۔ لاہور کے مختلف میڈیا ہاؤسز میں لے جاتے، صحافیوں اور مدیران سے تعارف کراتے اور ہمیشہ عزت و احترام سے نوازتے۔ ان کی کوشش ہوتی کہ کشمیر کے حوالے سے مؤثر آواز زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے۔ وہ جانتے تھے کہ ذرائع ابلاغ رائے عامہ کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، اس لیے وہ اہلِ قلم اور صحافیوں کی حوصلہ افزائی کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔

2006-2007ء میں جب میں نے دنیا ٹی وی جوائن کیا تو ابتدائی تین ماہ کی تربیت لاہور کے ایمبیسیڈر ہوٹل میں ہوئی۔ یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ تھا۔ انہی دنوں امیر العظیم صاحب کئی مرتبہ مجھ سے ملنے خود ہوٹل تشریف لائے۔ ان مصروفیات کے باوجود وقت نکالنا ان کی محبت کا اظہار تھا۔ ایک مرتبہ اپنے گھر بھی مدعو کیا، بے تکلفی سے ملاقات کی اور بڑے بھائی کی طرح حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس زمانے میں جماعت اسلامی کے امیر محترم قاضی حسین احمدؒ تھے۔ بعد ازاں سید منور حسنؒ امیر جماعت بنے اور اس دور میں بھی امیر العظیم صاحب سے رابطہ مسلسل قائم رہا۔ بعد میں جب سراج الحق صاحب امیر جماعت منتخب ہوئے اور امیر العظیم صاحب جماعت کے قیم کے منصب پر فائز ہوئے تو ان کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئیں۔ اسی وجہ سے ملاقاتوں اور رابطوں میں پہلے جیسی کثرت نہ رہی، لیکن محبت اور تعلق میں کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ آج سے تقریباً تین برس قبل مجھے "کشمیر الیوم" کے لیے سراج الحق صاحب کا ایک تفصیلی انٹرویو کرنا تھا۔ اسی سفر کے دوران سید علی گیلانیؒ پر ایک دستاویزی فلم کی تیاری کے سلسلے میں بھی کچھ اہم کام کرنا تھا۔ میں نے امیر العظیم صاحب کو فون کیا، لیکن انہوں نے کال وصول نہ کی۔ دو تین مرتبہ کوشش کے بعد میں نے وائس میسج چھوڑ دیا۔ میں نے پیغام میں کہا۔۔۔امیر العظیم صاحب! میں آج شام اپنی ٹیم کے ساتھ منصورہ آ رہا ہوں۔ مہمان خانے میں چند دنوں کے لیے ہمارے قیام کا انتظام کروا دیجیے۔ یہ پیغام بھیج کر ہم لاہور روانہ ہو گئے۔ شام کے وقت منصورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مہمان خانے میں ہمارے لیے کمرہ پہلے ہی مختص کیا جا چکا ہے۔ سامان رکھا، وضو کیا اور نماز کے لیے مسجد چلے گئے۔ نماز کے دوران پہلی صف میں امیر العظیم صاحب نظر آئے۔ نماز ختم ہوئی تو میں باہر آ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ باہر تشریف لائے۔ مجھے دیکھتے ہی ہمیشہ کی طرح محبت بھرے انداز میں گلے لگایا۔

میں نے مسکراتے ہوئے شکوہ کیا۔ عظیم صاحب! جب میں جوان تھا تو آپ خود فون کیا کرتے تھے، لاہور کے سکائی ویز اڈے پر گاڑی بھیج دیتے تھے، اور آج جب بڑھاپے میں قدم رکھ چکا ہوں تو میرا فون بھی نہیں اٹھاتے۔ انہوں نے فوراً انتہائی شفقت اور انکساری سے جواب دیا۔ شیخ صاحب! جب آپ کی کال آئی، میں ایک اہم اجلاس میں بیٹھا تھا، اس لیے فون نہیں اٹھا سکا۔ لیکن جیسے ہی آپ کا وائس میسج ملا، میں نے فوراً اپنے معاونین کو فارورڈ کیا اور آپ کے قیام کا انتظام کرنے کی ہدایت دے دی۔ اجلاس کافی دیر تک جاری رہا۔ بعد میں آپ کو فون کرنا چاہیے تھا، لیکن نہ کر سکا۔ اس پر واقعی معذرت خواہ ہوں۔ یہ ان کی عظمت تھی۔ ایک بڑی جماعت کا مرکزی سیکریٹری جنرل، بے شمار ذمہ داریوں میں گھرا ہوا انسان، مجھ جیسے ایک کارکن اور صحافی سے معذرت کر رہا تھا۔ بڑے لوگ اپنے منصب سے نہیں بلکہ اپنے اخلاق سے بڑے ہوتے ہیں، اور امیر العظیم انہی بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اس کے بعد وہ خود ہمیں جماعت اسلامی کے مرکزی دفتر کی دوسری منزل پر لے گئے، اس وقت کے میڈیا ایڈوائزر سے ملاقات کرائی اور اگلے دن سراج الحق صاحب کے انٹرویو کے تمام انتظامات کرنے کی ہدایت دی۔ ان کی یہ عادت تھی کہ کوئی کام صرف کہہ کر نہیں چھوڑتے تھے بلکہ اس کی تکمیل تک خود دلچسپی لیتے تھے۔ آج جب ان کی وفات کی خبر سنی تو یہی تمام مناظر ایک ایک کر کے ذہن میں تازہ ہو گئے۔ مسجد کا وہ صحن، وہ گرمجوش مصافحہ، وہ شفقت بھرا لہجہ، وہ معذرت، وہ خلوص، وہ انکساری اور وہ بے لوث محبت۔ بعض شخصیات جسمانی طور پر دنیا سے رخصت ہو جاتی ہیں، مگر ان کا کردار، ان کی مسکراہٹ، ان کا اخلاق اور ان کی محبت ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتی ہے۔

امیر العظیم صاحب کی زندگی اس حقیقت کی روشن مثال تھی کہ قیادت صرف عہدوں کا نام نہیں بلکہ کردار، خدمت، اخلاص، علم، حلم اور انسان دوستی کا نام ہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی انہی اقدار کے ساتھ گزاری اور یہی ان کا اصل سرمایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جناب امیر العظیم مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی تمام دینی، ملی، تحریکی اور علمی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے اہلِ خانہ، رفقاء، جماعت اسلامی پاکستان، تحریکِ آزادیٔ کشمیر اور ان سے محبت کرنے والے تمام لوگوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ بہت عظیم تھے ہمارے امیر العظیم، اور اپنی عظمت کے نقوش چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

حق خود ارادیت کشمیر تاریخ کے آئینے میں

شہزاد منیر احمد گروپ کیپٹن (ر)

قارئین و سامعین کرام!

میں سیدھا سادہ دیہاتی سادہ الفاظ استعمال کرنے اور سادگی سے صراطِ مستقیم پر چلنے کا عادی ہوں۔ مجھے نہ ٹیڑھے میڑھے راستے پسند ہیں، نہ بھاری بھرکم تکلف اور نہ ہی پیچیدہ گفتگو۔ میں اس قدیم قول اور سماجی دانش کا پیروکار ہوں کہ؛- ہاتھوں سے کئے عمل کا۔۔ردعمل، اور دل میں بستی آرزوئیں کبھی نہیں مرتیں۔ براہ راست اور فی البدیہہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں (کشمیریوں کو) ریاست کشمیر کی مکمل آزادی اور خود ارادیت کے حصول تک نہ چین ہے اور نہ ہم چین سے بیٹھیں گے۔مسئلہ کشمیر ہندوستان نے خود اپنے ہاتھوں شروع کیا، اس کا فطری ردعمل کشمیریوں کا اپنی سیاسی آزادی کے چھننے پر مزاحمت تھی جس کا مقابلہ ہندوستان نہ کرسکا تو 1948 میں وہ اپنا مقدمہ اقوام متحدہ میں لے گیا۔اس کا ردعمل، اقوام متحدہ کا دونوں فریقوں کا موقف سن کر قرارداد نمبر 47 (1948) پاس کی۔ہندوستان نے قبول کیا۔ اقوام متحدہ کے نمائندے جناب جوزف کاربل کو ایڈمرل سی ڈبلیو نمٹز کو UNCIP میں بااختیار کمیشن مقرر کیا۔ہندستان نے قبول کیا۔مسٹر جوزف کاربل جو چیکوسلواکیہ کے مشہور قانون دان اور سفارت کاری کے ماہر تھے نے بڑی ذمہ داری اور جانفشانی سے کام کیا۔دونوں ممالک کے کشمیر میں متصادم گروہوں، ہندوستانی افواج اور پاکستان کے قبائلی لشکر سے خالی کروانے کا حکم کیا۔ہندوستان نے قبول کیا، ساتھ میں بھارت کو امن وامان قائم رکھنے کا پابند بھی کیا۔لیکن اس حکم پر ہندوستان نے عمل درآمد آج تک نہیں کیا ایسا کیوں ہے۔ان تاریخی المیہ کے عینی شاہدین (جوزف کاربل اور سی ڈبلیو نمٹز ہی) کی گواہی اور تحفظات پر مشتمل 1954 میں چھپنے والی کتاب Danger in Kashmir پڑھ لیں۔اس کتاب میں مسئلہ کشمیر پر کچھ شخصیات کے حالات و واقعات پڑھ کر، میں نے اپنے طور پر اس کتاب کے تین نام، (لہو رنگ وادی کشمیر)، (آشوب کشمیر) اور (سرزمین بے اماں) رکھے ہیں۔

اس کتاب کا دیباچہ برطانوی ایڈمرل C W NIMITZ نے تحریر کیا ہے۔اس کتاب کی اہمیت اس لئے معتبر اور غیر جانب دارانہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں شخصیات، (جوزف کاربل اور سی ڈبلیو نمٹز) کشمیر میں استصواب رائے کروانے کے بالترتیب UNCIP کے انچارج اور ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے تھے۔

امریکی چیف آف فلیٹ، سی ڈبلیو نمٹز بہتر پیشہ ور اور بروقت موثر فیصلہ سازی کے لیے مشہور تھے۔وہ دوسری جنگ عظیم میں بہترین کارکردگی دکھانے پر اقوام متحدہ میں نمائندے مقرر ہوئے تھے اور جوزف کاربل سفارت کا دنیائے سفارت کاری کے بے مثال اور انتہائی موثر انداز میں غیر جانبدار اور باوقار انداز میں تقریر کرتے تھے۔امریکہ میں بلکلنٹن کی صدارت میں پہلی خاتون وزیر خارجہ بننے والی میڈلین البرائٹ کے ڈیڈی تھے۔اور جارج ڈبلیو بش کی صدارت میں خاتون وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس جوزف کاربل کی ذہین شاگرد تھیں۔کہتے ہیں کونڈولیزا رائس DENVER یونیورسٹی میں میوزک پڑھ رہی تھیں۔انہوں نے جوزف کاربل کا ایک لیکچر سنا تو مضامین تبدیل کرکے پولیٹیکل سائنس میں پی ایچ ڈی کی تھی۔ان ذہین فطین دور بین شخصیات کے تیار کردہ پلان کو مکمل طور پر ناکام کروانے کا ذمہ دار ہندوستان تھا اور رہا ہے۔دونوں شخصیات نے ہندستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کے انتہائی متعصبانہ کردار، اقوام متحدہ کے ناروا سلوک اور سرد مہری سے بددل اور مایوس ہونے پر استعفیٰ دے دیا اور واپس چلے گئے تھے۔مسئلہ کشمیر ایک دیرینہ اور انتہائی حساس سیاسی، قانونی اور انسانی مسئلہ ہے۔اقوام متحدہ (UN) کے چارٹر اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں خطہ کشمیر کے عوام کے حق خود ارادیت (Right to Self-Determination) کے حصول اور اس تنازع کے پرامن حل کے لیے کئی سطحوں پر اقدامات ناگزیر سمجھے جاتے ہیں۔بین الاقوامی ماہرین، سفارت کاروں اور قانونی فورمز کے مطابق مندرجہ ذیل اہم اقدامات اس مقصد کے حصول کو ممکن بناسکتے ہیں:

1۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد رائے شماری کا انعقاد: اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل (UNSC) کی پاس کردہ بنیادی قراردادوں (مثلاً قرارداد نمبر 47 جو حق خود ارادیت دینے کی منظوری ہے۔) کے تحت کشمیری عوام کو ایک آزاد اور غیر جانبدارانہ رائے شماری (Plebiscite) کے ذریعے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق دیا جانا سب سے قانونی راستہ ہے۔عالمی مبصرین کی تعیناتی: رائے شماری کے عمل کو شفاف بنانے کے لیے بین الاقوامی مبصرین اور اقوام متحدہ کے امن مشن کی موجودگی کو یقینی بنانا۔

2۔بین الاقوامی سفارت کاری اور دباؤ عالمی برادری کا کردار عالمی طاقتوں (جیسے امریکہ، چین، یورپی یونین) اور اسلامی تعاون تنظیم (OIC) کے ذریعے دونوں فریقین (پاکستان اور بھارت) پر

مذاکرات کے لیے دباؤ ڈالنا۔انسانی حقوق کے فورمز: خطے میں انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزیوں پر اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق (OHCHR) کی رپورٹس کی روشنی میں عالمی سطح پر آواز بلند کرنا۔

3۔ بامقصد اور جامع مذاکرات (Dialogue)

سہ فریقہ بات چیت: کسی بھی پائیدار حل کے لیے پاکستان اور بھارت کے ساتھ ساتھ کشمیری قیادت (حریت اور دیگر نمائندوں) کو مذاکرات کی میز پر بنیادی فریق کے طور پر شامل کرنا ضروری ہے۔

اعتماد سازی کے اقدامات (CBMs): لائن آف کنٹرول (LoC) پر کشیدگی کو کم کرنا، تجارتی راستے کھولنا، اور منقسم خاندانوں کی آمد ورفت کو آسان بنانا تاکہ مذاکرات کے لیے سازگار ماحول پیدا ہو سکے۔

4۔ قانونی اور آئینی راستے بین الاقوامی عدالتِ انصاف (ICJ): اس تنازع کو بین الاقوامی عدالتِ انصاف (ICJ) یا دیگر بین الاقوامی قانونی فورمز پر جنیوا کنونشنز اور انسانی حقوق کے عالمی قوانین کے تحت اٹھانا۔خصوصی حیثیت کی بحالی: مقامی سطح پر سیاسی عمل کو بحال کرنے کے لیے خطے کی خودمختاری اور سابقہ آئینی حیثیت سے متعلق تحفظات کو دور کرنا۔

5۔مقامی قیادت اور سیاسی یکجہتی

متحدہ موقف: تمام کشمیری سیاسی وسماجی دھڑوں کا ایک مشترکہ اور پرامن ایجنڈے پر متحد ہونا تاکہ بین الاقوامی سطح پر ان کا موقف زیادہ مضبوطی سے سنا جا سکے۔نوجوان نسل کی شمولیت: تعلیمی، ڈیجیٹل اور پرامن سیاسی فورمز کے ذریعے کشمیری نوجوانوں کو اپنے حقوق کی وکالت کے لیے پلیٹ فارم مہیا کرنا۔(۔اتفاق سے یہ سارے کشمیریوں کے دائرہ عمل میں ہیں۔لیکن غیر موثر ہو چکے ہیں۔کیونکہ اقوام متحدہ اس مسئلہ کو ارادتاً منجمد کر کے رکھنا چاہتی ہے۔کشمیری آزاد اور مقبوضہ کشمیر کی دو اکائیوں میں تقسیم ہیں۔وسائل بھی نہیں۔

مسئلہ کشمیر کی موجودہ صورتحال۔۔۔۔۔

اس مایوسی اور زمینی حقائق کے باوجود، بین الاقوامی تعلقات اور جغرافیائی سیاست کے ماہرین کے مطابق، مستقبل میں اس مسئلے کے حل یا تبدیلی کی گنجائش اور امید کے چند غیر روایتی راستے اب بھی موجود ہیں۔موجودہ عالمی منظرنامے میں اس جمود کے ٹوٹنے کی ممکنہ وجوہات درج ذیل ہو سکتی ہیں:

1۔ نیوکلیئر ڈیٹرنس اور فلیش پوائنٹ (Nuclear Flashpoint)

پاکستان اور بھارت دونوں جوہری طاقتیں ہیں، اور کشمیر ان کے درمیان کا سب سے بڑا تنازع ہے۔ عالمی برادری (بشمول امریکہ اور چین) اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ یہاں معمولی سی کشیدگی بھی ایک بڑی جوہری جنگ میں بدل سکتی ہے۔اس لیے، عالمی طاقتیں کسی بھی بڑے بحران کی صورت میں مکمل طور پر لاتعلق نہیں رہ سکتیں اور حادثاتی جنگ سے بچنے کے لیے پس پردہ ثالثی پر مجبور ہوتی ہیں۔

2۔ جغرافیائی سیاسی تبدیلیاں (Geopolitical Shifts)

دنیا تیزی سے کثیر قطبی (Multipolar) ہو رہی ہے، جہاں چین کا اثر ورسوخ بڑھ رہا ہے اور سی پیک (CPEC) جیسے منصوبے خطے سے گزر رہے ہیں۔چین کا اس خطے میں براہِ راست مفاد (لداخ اور گلگت بلتستان کی سرحدوں کی وجہ سے) اس مسئلے کو صرف پاک-بھارت کا دوطرفہ معاملہ نہیں رہنے دیتا۔خطے کی یہ بدلتی ہوئی جیو-اکنامکس مستقبل میں طاقت کا توازن بدل سکتی ہے۔3۔ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا کا اثر (The Digital Age)

ماضی میں معلوماتی بلیک آؤٹ کی وجہ سے مقامی آوازیں دب جاتی تھیں، لیکن اب ڈیجیٹل دور میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو زیادہ دیر تک چھپانا ممکن نہیں رہا۔عالمی سطح پر رائے عامہ اب حکومتوں کی پالیسیوں پر اثرانداز ہوتی ہے، جیسا کہ ہم نے حالیہ برسوں میں دنیا کے دیگر تنازعات میں دیکھا ہے۔کشمیری نوجوان نسل اس ڈیجیٹل وکالت کو اپنے حق میں استعمال کر رہی ہے۔

4۔اندرونی سیاسی اور معاشی دباؤ

بھارت اور پاکستان کے اندرونی حالات: دونوں ممالک کے اندرونی معاشی چیلنجز، سیاسی تبدیلیاں اور پائیدار ترقی کی ضرورت انہیں دیر یا بدیر اس بات پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ دفاعی بجٹ کے بھاری اخراجات کو کم کر کے عوامی فلاح پر لگائیں، جس کا راستہ صرف امن سے نکلتا ہے۔مقامی مزاحمت اور شناخت: دہائیوں کے جبر اور تقسیم کے باوجود کشمیریوں کی اپنی شناخت اور حق خودارادیت کی تحریک ختم نہیں ہوئی، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مسئلہ مستقل طور پر دبایا

نہیں جا سکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ برلن کی دیوار کا گرنا ہو یا سوویت یونین کا بکھرنا، دہائیوں پرانے اور ناقابل حل نظر آنے والے مسائل بھی اچانک بدلتے ہوئے عالمی حالات کے تحت حل ہو گئے۔ اس لیے، اگرچہ فوری حل نظر نہیں آتا، لیکن تاریخ کے دھارے ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔

مشرف اور منموہن کے فارمولہ

مشرف۔منموہن فور پوائنٹ فارمولا سال 2004ء سے 2007ء کے دوران دونوں ممالک کے مابین پس پردہ سفارت کاری کے نتیجے میں تیار کیا گیا تھا۔ اس کا بنیادی مقصد روایتی موقف سے ہٹ کر ایک ایسا درمیانی راستہ نکالنا تھا جو پاکستان، بھارت اور کشمیری عوام تینوں کے لیے قابل قبول ہو۔ یہ چار نکات درج ذیل تھے:

1۔ سرحدوں میں کوئی تبدیلی نہیں

لائن آف کنٹرول (LoC) کو مستقل بین الاقوامی سرحد تو تسلیم نہیں کیا جائے گا، لیکن دونوں ممالک کی موجودہ جغرافیائی حدود میں کوئی تبدیلی بھی نہیں کی جائے گی۔ یعنی نقشے نہیں بدلے جائیں گے، بلکہ سرحدوں کو صرف ”غیر مؤثر یا زم“ بنا دیا جائے گا۔

2۔ سیلف گورننس

مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر دونوں اکائیوں کو اپنے اپنے علاقوں میں وسیع پیمانے پر اندرونی خودمختاری دی جائے گی۔ کشمیری عوام کو اپنے مقامی معاملات، قانون سازی اور انتظام چلانے کے مکمل اختیارات حاصل ہوں گے، جبکہ دفاع اور خارجہ امور دونوں ممالک (اپنے اپنے زیرِ انتظام علاقوں میں) سنبھالیں گے۔

3۔ مرحلہ وار فوج کا انخلا

خطے میں امن قائم کرنے کے لیے دونوں ممالک مرحلہ وار اپنی فوجوں کی تعداد کو کم کریں گے۔ پہلے مرحلے میں شہری علاقوں اور آبادیوں سے فوج ہٹائی جائے گی تاکہ کشمیری عوام خود کو آزاد محسوس کر سکیں اور خوف کا ماحول ختم ہو۔

4۔ مشترکہ نگرانی کا نظام

آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے درمیان عوامی رابطوں، تجارت، سیاحت اور پانی جیسے مشترکہ مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک ”مشترکہ نگران ادارہ“ تشکیل دیا جائے گا۔ اس ادارے میں پاکستان، بھارت اور کشمیری قیادت کے نمائندے شامل ہوں گے جو دونوں حصوں کے معاملات کو باہمی مشاورت سے چلائیں گے۔ یہ معاہدہ تاریخ میں حل کے سب سے قریب پہنچ چکا تھا اور اس پر دستخط ہونا باقی تھے، لیکن 2007ء میں پاکستان کے اندرونی سیاسی بحران (وکلا تحریک اور صدر مشرف کے استعفے) اور بعد میں 2008ء کے ممبئی حملوں کی وجہ سے یہ کوشش مکمل طور پر ختم ہو گئی۔ اقوام متحدہ کی طرف سے 1950 میں مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے” ڈکسن پلان“ پیش کیا تھا، جو ایک امن فارمولا تھا۔ اسے آسٹریلوی ہائی کورٹ کے جج اور اقوام متحدہ کے نمائندے سر اوون ڈکسن نے تیار کیا تھا۔ اس پلان کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

جزوی رائے شماری اور تقسیم:۔

اس فارمولے کے تحت پوری وادی کشمیر میں رائے شماری کرانے کی بجائے، اسے علاقائی اور مذہبی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی تجویز دی گئی تھی۔ علاقائی تقسیم، وادی کشمیر جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی میں رائے شماری کروائی جائے گی جب کہ جموں اور لداخ میں ان کے رجحانات کے تحت مسلمانوں کی اکثریت کو پاکستان کے ساتھ اور ہندو اور بودھ کی اکثریت کو بھارت کے ساتھ کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے گا۔ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان پاکستان کے پاس رہیں گے۔ کشمیر میں رائے شماری کو شفاف رکھنے کے لئے سر اوون ڈکسن نے یہ شرط رکھی تھی کہ پورے کشمیر میں ایک غیر جانبدار اور غیر سیاسی انتظامیہ قائم کی جائے۔ اس پلان کو پاکستان نے تو ابتدائی اعتراضات کے بعد قبول کر لیا تھا۔ مگر غیر جانبدار انتظامیہ کے پوائنٹ پر ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس شدید مخالفت کی وجہ سے پلان ناکام ہو گیا۔ سر ڈکسن نے اپنی رپورٹ ستمبر 1950 کو جمع کروائی پلان ختم کر دیا۔

قارئین کرام! متوجہ ہوں

ماہنامہ کشمیر الیوم کا ستمبر 2026ء کا خصوصی شمارہ، "**امیر العظیم نمبر**" کے عنوان سے، ان شاء اللہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جناب امیر العظیم نے تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے فکری، نظریاتی اور عملی میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی گراں قدر خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور نئی نسل کے سامنے ان کی جدوجہد کو اجاگر کرنے کے لیے یہ خصوصی شمارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ تمام معزز قلمکاروں، دانش وروں، محققین اور اہل قلم سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ جناب امیر العظیم کی شخصیت، فکر، خدمات اور تحریکِ آزادی کشمیر میں ان کے کردار سے متعلق اپنی معیاری تحریریں 18 اگست 2026ء تک ادارہ ماہنامہ کشمیر الیوم کو ارسال فرمائیں، تاکہ انہیں اس خصوصی شمارے میں شامل کیا جا سکے۔ آپ کی علمی و فکری معاونت اس خصوصی اشاعت کو مزید موثر اور یادگار بنانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

ادارہ ماہنامہ کشمیر الیوم

کیا گلگت بلتستان کو صوبہ بنانا درست ہوگا!!!

سید عمر گردیزی

کشمیر صرف ایک خطہ نہیں بلکہ برصغیر کی تقسیم کا وہ نامکمل باب ہے جس کی سطریں آج بھی خون، ہجرت، سفارت کاری اور بین الاقوامی قانون کے درمیان معلق دکھائی دیتی ہیں۔ گزشتہ سات دہائیوں سے پاکستان دنیا کے سامنے یہی مؤقف پیش کرتا آیا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر ایک متنازع خطہ ہے، جس کی حتمی آئینی اور قانونی حیثیت کا فیصلہ نہ نئی دہلی کرے گی، نہ اسلام آباد بلکہ کشمیری عوام اقوام متحدہ کی نگرانی میں آزادانہ رائے شماری کے ذریعے خود کریں گے۔ یہی مؤقف پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد بھی رہا ہے اور اسی بنیاد پر ہر عالمی فورم پر بھارت کے اقدامات کو چیلنج کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن آج ایک ایسا سوال پوری شدت کے ساتھ سامنے کھڑا ہے جس کا جواب صرف سیاست نہیں بلکہ قانون، سفارت کاری اور اصولوں کی روشنی میں تلاش کرنا ہوگا۔ اگر بھارت کو 5 اگست 2019 کو مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرنے کا اختیار نہیں تھا کیونکہ وہ ایک متنازع خطہ ہے، تو پھر کیا اسی اصول کے تحت پاکستان بھی گلگت بلتستان کی مستقل آئینی حیثیت تبدیل کر سکتا ہے؟ یہی سوال اس مضمون کا محور ہے۔ 5 اگست 2019 کو بھارت نے اپنے آئین کے آرٹیکل 370 اور 35A کو ختم کرتے ہوئے ریاست جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کر دی اور اسے دو وفاقی اکائیوں میں تقسیم کر دیا۔ بھارت نے اسے اپنا داخلی آئینی معاملہ قرار دیا، لیکن پاکستان نے اس اقدام کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں اور بین الاقوامی قانون کی روح کے منافی قرار دیتے ہوئے دنیا کے سامنے یہ مؤقف اختیار کیا کہ ایک متنازع علاقے کی حیثیت یکطرفہ طور پر تبدیل نہیں کی جا سکتی۔ پاکستان کے دفتر خارجہ، پارلیمنٹ اور سلامتی کونسل میں پیش کیے گئے مؤقف کی بنیاد یہی تھی کہ کشمیر کا مقدمہ ابھی فیصلہ طلب ہے، اس لیے کسی بھی فریق کو اس کی مستقل آئینی حیثیت تبدیل کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ یہ مؤقف صرف پاکستان کا سیاسی بیانیہ نہیں بلکہ اقوام متحدہ کی متعدد قراردادوں سے اخذ کیا گیا استدلال ہے۔ سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 47 (1948) اور بعد کی قراردادوں میں ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کو عوامی رائے سے مشروط کیا گیا۔ اگرچہ ان قراردادوں پر مکمل عمل

درآمد کبھی نہ ہو سکا، لیکن سلامتی کونسل نے انہیں کبھی منسوخ بھی نہیں کیا۔ اسی بنیاد پر اقوام متحدہ آج بھی جموں وکشمیر کو ایک متنازع خطہ تصور کرتی ہے اور اسی وجہ سے دنیا کی اکثریت نے 5 اگست 2019 کے بھارتی اقدام کو کم از کم ایک متنازع اور حساس پیش رفت کے طور پر دیکھا۔

یہاں اصل سوال جنم لیتا ہے۔ اگر پاکستان کا مقدمہ یہ ہے کہ متنازع علاقے کی آئینی حیثیت یکطرفہ طور پر تبدیل نہیں کی جا

> کشمیر صرف ایک خطہ نہیں بلکہ برصغیر کی تقسیم کا وہ نامکمل باب ہے جس کی سطریں آج بھی خون، ہجرت، سفارت کاری اور بین الاقوامی قانون کے درمیان معلق دکھائی دیتی ہیں۔ گزشتہ سات دہائیوں سے پاکستان دنیا کے سامنے یہی مؤقف پیش کرتا آیا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر ایک متنازع خطہ ہے، جس کی حتمی آئینی اور قانونی حیثیت کا فیصلہ نہ نئی دہلی کرے گی، نہ اسلام آباد بلکہ کشمیری عوام اقوام متحدہ کی نگرانی میں آزادانہ رائے شماری کے ذریعے خود کریں گے۔ یہی مؤقف پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد بھی رہا ہے اور اسی بنیاد پر ہر عالمی فورم پر بھارت کے اقدامات کو چیلنج کیا جاتا رہا ہے

سکتی، تو پھر یہی اصول گلگت بلتستان پر کیوں لاگو نہ ہوگا؟ گلگت بلتستان تاریخی طور پر سابق ریاست جموں وکشمیر کا حصہ رہا ہے۔ پاکستان خود بھی بین الاقوامی فورمز پر اسی حقیقت کا حوالہ دیتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اس خطے کو مستقل طور پر پاکستان کا آئینی صوبہ بنانے کی تجویز پر یہ سوال فطری طور پر پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس سے پاکستان کے اپنے ہی سفارتی مؤقف پر سوالات کھڑے نہیں ہوں گے؟ بین الاقوامی قانون میں ایک اہم اصول Consistency یا اصولی یکسانیت کا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ریاست جس اصول کو دوسرے پر لاگو کرنے کا مطالبہ کرتی ہے، اسے اپنے طرزِ عمل میں بھی اسی اصول کی پاسداری کرنی چاہیے۔ اگر پاکستان دنیا سے یہ کہتا ہے کہ بھارت نے متنازع کشمیر کی آئینی حیثیت تبدیل کر کے غلط کیا، تو پھر عالمی سفارت کاری میں یہ سوال بھی اٹھ سکتا ہے کہ کیا پاکستان کے اقدامات بھی اسی معیار پر پرکھے جائیں گے؟ اگر دونوں ریاستیں اپنے زیر انتظام متنازع علاقوں کو مستقل طور پر اپنے آئینی ڈھانچے میں ضم کرنے لگیں تو پھر اقوام متحدہ کی قراردادوں اور حق خود ارادیت کے مطالبے کی عملی حیثیت کیا رہ جائے گی؟ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ گلگت بلتستان کے عوام کے بنیادی حقوق، نمائندگی، عدالتی تحفظ اور آئینی شناخت کا مطالبہ ہرگز

غیر منصفانہ نہیں۔ ایک مہذب ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زیر انتظام ہر شہری کو مساوی حقوق فراہم کرے۔ لیکن سوال یہ نہیں کہ حقوق دیے جائیں یا نہ دیے جائیں؛ سوال یہ ہے کہ ان حقوق کی فراہمی کا آئینی راستہ کیا ہوتا کہ ایک طرف عوام محروم نہ رہیں اور دوسری طرف پاکستان کا وہ سفارتی مقدمہ بھی متاثر نہ ہو جو وہ سات دہائیوں سے دنیا کے سامنے پیش کرتا آیا ہے۔ یہیں ایک متبادل راستہ سامنے آتا ہے۔ اگر مقصد صرف عوامی حقوق ہیں تو کیا گلگت بلتستان کو آزاد جموں وکشمیر کی طرز پر ایک مضبوط، خودمختار، الگ آئینی و انتظامی ڈھانچہ نہیں دیا جا سکتا؟ ایسا نظام جس میں مقامی اسمبلی، مقامی عدلیہ، مکمل داخلی خودمختاری اور آئینی ضمانتیں موجود ہوں، لیکن ساتھ ہی یہ واضح رہے کہ علاقے کی حتمی بین الاقوامی حیثیت اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیر تنازع کے حتمی حل سے مشروط ہے۔ اس صورت میں عوام کے حقوق بھی محفوظ رہ سکتے ہیں اور پاکستان کا روایتی سفارتی مؤقف بھی زیادہ مضبوط انداز میں برقرار رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ گلگت بلتستان کے عوام کے بنیادی حقوق، نمائندگی، عدالتی تحفظ اور آئینی شناخت کا مطالبہ ہرگز غیر منصفانہ نہیں۔ ایک مہذب ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے زیر انتظام ہر شہری کو مساوی حقوق فراہم کرے۔ لیکن سوال یہ نہیں کہ حقوق دیے جائیں یا نہ دیے جائیں؛ سوال یہ ہے کہ ان حقوق کی فراہمی کا آئینی راستہ کیا ہوتا کہ ایک طرف عوام محروم نہ رہیں اور دوسری طرف پاکستان کا وہ سفارتی مقدمہ بھی متاثر نہ ہو جو وہ سات دہائیوں سے دنیا کے سامنے پیش کرتا آیا ہے

اسی تناظر میں ایک اور سوال بھی اپنی جگہ موجود ہے۔ اگر آزاد جموں وکشمیر کی بارہ مہاجر نشستوں میں تبدیلی کے بارے میں یہ مؤقف اختیار کیا جاتا ہے کہ اس سے تحریک آزادی کشمیر اور ریاست جموں وکشمیر کی نمائندگی متاثر ہوگی، تو پھر کیا گلگت بلتستان جیسے وسیع خطے کی مستقل آئینی حیثیت تبدیل کرنے سے اس سے کہیں بڑے سفارتی اور قانونی سوالات پیدا نہیں ہوں گے؟ یہ سوال کسی ایک سیاسی جماعت یا حکومت کا نہیں بلکہ پورے مقدمہ کشمیر کے مستقبل سے متعلق ہے۔

یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے سے لازماً تحریک آزادی کشمیر ختم ہو جائے گی، کیونکہ ایسی کوئی قطعی قانونی رائے موجود نہیں۔ تاہم یہ کہنا بھی آسان نہیں کہ اس اقدام کے سفارتی اثرات بالکل نہیں ہوں گے۔ بین الاقوامی سیاست میں صرف قانونی حقیقتیں ہی اہم نہیں ہوتیں بلکہ ریاستوں کا تسلسل، ان کا طرزِ استدلال اور ان کے اپنے اصولوں پر قائم رہنا بھی ان کے مقدمات کی قوت کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر پاکستان ایک طرف بھارت کے اقدامات کو یکطرفہ آئینی تبدیلی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف خود ایسا قدم اٹھاتا ہے جسے دنیا مستقل انضمام کے طور پر دیکھے، تو ناقدین کے لیے پاکستان کے مؤقف پر سوال اٹھانا آسان ہو سکتا ہے۔ اس پورے معاملے کا حاصل یہی ہے کہ کشمیر کا مقدمہ صرف زمین کا نہیں بلکہ اصول کا مقدمہ ہے۔ اگر اصول یہ ہے کہ متنازع خطے کی حتمی حیثیت کا فیصلہ عوام نے کرنا ہے، تو پھر یہی اصول ہر فریق پر یکساں لاگو ہونا چاہیے۔ گلگت بلتستان کے عوام کے حقوق یقینی طور پر محفوظ ہونے چاہئیں، لیکن ایسا آئینی راستہ اختیار کرنا جو مستقبل میں پاکستان کے اپنے سفارتی مقدمے کو کمزور کر دے، ایک سنجیدہ قومی بحث کا متقاضی ہے۔ شاید یہی وقت ہے کہ سیاسی نعروں سے ہٹ کر ایک ایسا حل تلاش کیا جائے جو نہ صرف گلگت بلتستان کے عوام کے ساتھ انصاف کرے بلکہ اقوام متحدہ کی قراردادوں، حق خود ارادیت اور پاکستان کے دہائیوں پر محیط سفارتی مؤقف کے ساتھ بھی ہم آہنگ رہے۔ تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اصول صرف اس وقت طاقتور ہوتے ہیں جب ان کا اطلاق سب پر یکساں ہو۔ اگر ہم دنیا سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ بھارت کو متنازع کشمیر کی آئینی حیثیت یکطرفہ طور پر تبدیل کرنے کا حق نہیں تھا، تو پھر یہی سوال ہمارے اپنے فیصلوں کے سامنے بھی کھڑا ہوگا۔ آخر کار فیصلہ صرف یہ نہیں کہ گلگت بلتستان کو کیا حیثیت دی جائے، بلکہ یہ بھی ہے کہ آنے والی نسلوں کے سامنے پاکستان اپنے مقدمہ کشمیر کو کس اصولی بنیاد پر پیش کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ بین الاقوامی قانون میں بعض اوقات ایک آئینی ترمیم صرف ایک داخلی تبدیلی نہیں رہتی، بلکہ وہ مستقبل کے سفارتی استدلال کا حصہ بھی بن جاتی ہے، اور یہی وہ پہلو ہے جس پر سنجیدہ غور و فکر کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے سے لازماً تحریک آزادی کشمیر ختم ہو جائے گی، کیونکہ ایسی کوئی قطعی قانونی رائے موجود نہیں۔ تاہم یہ کہنا بھی آسان نہیں کہ اس اقدام کے سفارتی اثرات بالکل نہیں ہوں گے۔ بین الاقوامی سیاست میں صرف قانونی حقیقتیں ہی اہم نہیں ہوتیں بلکہ ریاستوں کا تسلسل، ان کا طرزِ استدلال اور ان کے اپنے اصولوں پر قائم رہنا بھی ان کے مقدمات کی قوت کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر پاکستان ایک طرف بھارت کے اقدامات کو یکطرفہ آئینی تبدیلی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف خود ایسا قدم اٹھاتا ہے جسے دنیا مستقل انضمام کے طور پر دیکھے، تو ناقدین کے لیے پاکستان کے مؤقف پر سوال اٹھانا آسان ہوسکتا ہے

5 اگست 2019 کے بعد کا مقبوضہ کشمیر

شیخ محمد امین

5 اگست 2019 صرف ایک آئینی تبدیلی کا دن نہیں تھا بلکہ جنوبی ایشیا کی سیاسی تاریخ کا ایک ایسا موڑ ثابت ہوا جس نے مسئلہ کشمیر کی نوعیت، ریاستی ڈھانچے، عوامی نفسیات اور علاقائی سیاست کو ایک نئے مرحلے میں داخل کر دیا۔ اس روز بھارتی حکومت نے آئین کے آرٹیکل 370 اور 35A کو غیر مؤثر بنا کر جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کی، ریاست کو دو وفاقی علاقوں میں تقسیم کیا اور اس پورے عمل کو ترقی، بہتر حکمرانی، بدعنوانی کے خاتمے اور قومی یکجہتی کے نام سے پیش کیا۔ حالانکہ یہ متنازع علاقے کی حیثیت میں یکطرفہ تبدیلی کی شرمناک کوشش ہے۔ اگر گزشتہ تین دہائیوں کے بھارتی سیاسی بیانیے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آرٹیکل 370 کا خاتمہ بھارتیہ جنتا پارٹی (BJP) کے بنیادی سیاسی وعدوں میں شامل تھا۔ اس جماعت نے اپنے انتخابی منشور میں بارہا کہا کہ خصوصی آئینی حیثیت قومی یکجہتی میں رکاوٹ ہے اور اسے ختم کرنا ضروری ہے۔ اس لحاظ سے 5 اگست کا فیصلہ اچانک نہیں تھا بلکہ کئی دہائیوں پر محیط ایک نظریاتی اور سیاسی منصوبے کی تکمیل سمجھا جا سکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کسی بھی بڑی ریاستی حکمتِ عملی کی کامیابی کا فیصلہ چند برسوں میں نہیں ہوتا۔ اس کے اثرات کو سمجھنے کے لیے تاریخ، سیاست، معیشت، سماج اور عوامی نفسیات کو ایک ساتھ دیکھنا پڑتا ہے۔ یہی اصول 5 اگست 2019 کے بعد مقبوضہ کشمیر پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ مودی حکومت نے آرٹیکل 370 کی منسوخی کے بعد کشمیر کی مسلم اکثریتی آبادی کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لیے منظم اقدامات کئے۔ ان اقدامات کا مقصد کشمیری شناخت کو کمزور کرنا اور بھارت کے ہندو قوم پرست ایجنڈے کو فروغ دینا تھا۔

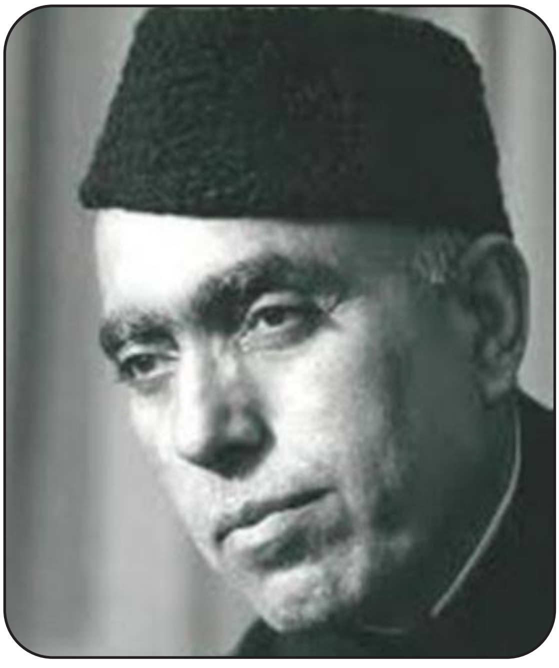

نئے ڈومیسائل قوانین کے تحت بھارت کے دیگر علاقوں کے باشندوں کو کشمیر میں رہائش، ملازمت اور زمین خریدنے کی اجازت دی گئی۔ جموں وکشمیر ری آرگنائزیشن آرڈر 2020ء کے ذریعے ڈومیسائل کی نئی تشریح کی گئی، جس کے تحت کشمیر میں تین سال تک ڈیوٹی دینے والے فوجی و نیم فوجی افسروں اور سپاہیوں، پندرہ سال تک مقیم رہنے والے بھارتی باشندوں، سات سال تک تعلیم حاصل کرنے والے یا دسویں اور بارہویں جماعت کا امتحان دینے والے طلبا وطالبات ملازمت کے حقدار ہوں گے۔ ماضی میں آرٹیکل 35A کے تحت ان قوانین کی تدوین کا اختیار کشمیر اسمبلی کو حاصل تھا۔ منسوخی کے بعد یہ سارے اختیارات بھارتی حکومت نے اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ نئے قانون کے تحت بھارتی حکومت کے اعلیٰ افسران، آل انڈیا سروسز کے اہلکار، نیم خود مختار اداروں، پبلک سیکٹر بنکوں اور یونیورسٹیوں کے ملازمین کے بچے از خود کشمیر کی ملازمتوں کے اہل قرار پائے۔ اس قانون کا نفاذ ایک ایسے وقت میں کیا گیا جب دنیا کی توجہ کورونا بیماری کے بحران پر مرکوز تھی۔ 2025ء تک لاکھوں غیر کشمیری ہندوؤں کو ڈومیسائل سرٹیفکیٹس جاری کئے جا چکے ہیں، جو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں اور چوتھے جنیوا کنونشن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ حد بندی کمیشن کی 2022ء کی رپورٹ نے واضح کیا کہ کشمیری مسلمانوں کو سیاسی طور پر بے وزن کرنے کے لیے غیر منصفانہ فیصلے کئے گئے۔ وادی کشمیر کی آبادی (88.68 لاکھ) کے مقابلے جموں (78.53 لاکھ) کو غیر متناسب طور پر زیادہ نشستیں دی گئیں جس سے مسلم اکثریت کی سیاسی نمائندگی کم ہوئی۔ آرٹیکل 370 کی منسوخی کے بعد کشمیر کو دنیا کی سب سے بڑی جیل میں تبدیل کر دیا گیا۔ اگست 2019ء کے بعد دنیا کی طویل ترین انٹرنیٹ بندش نافذ کی گئی جو کئی ماہ تک جاری رہی۔ ہزاروں نوجوانوں، کارکنوں اور سیاسی رہنماؤں کو گرفتار کیا گیا۔ سابق وزرائے اعلیٰ جیسے محبوبہ مفتی، عمر عبداللہ اور فاروق عبداللہ کو مہینوں نظر بند رکھا گیا۔ کشمیری صحافیوں کو ہراساں، گرفتار یا جلاوطن کیا گیا۔ گھروں پر چھاپوں، جعلی مقابلوں اور ماورائے عدالت قتل کی رپورٹس عام ہیں۔ پیلٹ گنز کے استعمال سے سینکڑوں نوجوان اپنی بینائی سے محروم ہو چکے ہیں۔ سرکاری ملازمین کی برطرفی، زرعی زمینوں کی سرکاری تحویل، گرفتاریاں، ہلاکتیں، رہائشی گھروں کو نقصان اور بیوروکریسی سے کشمیری مسلمانوں کی منظم بے دخلی اس نظام کا حصہ ہے۔ جون 2025ء تک کم از کم 110 سرکاری ملازمین کو ”دہشت گردی سے تعلق“ یا دیگر انتظامی وجوہات کے بہانے برطرف کیا جا چکا ہے۔ یہ برطرفی نہ صرف ان افراد کے روزگار کو ختم کرتی ہے بلکہ ان کے خاندانوں کو معاشی طور پر کمزور کرنے کا باعث بھی بنتی ہے۔ جموں وکشمیر ری آرگنائزیشن ایکٹ 2019ء کے تحت زمین کے قوانین میں تبدیلیوں نے غیر مقامی

افراد کو زمین خریدنے کی اجازت دی۔ اس سے زرعی زمینوں کو سرکاری تحویل میں لینے کا عمل تیز ہوا۔ مقامی رپورٹس کے مطابق ہزاروں ایکڑ زرعی زمین ترقیاتی منصوبوں، فوجی تنصیبات اور صنعتی زونز کے لیے حاصل کی گئی۔ ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق 2 لاکھ ایکڑ سے زائد زمین کشمیریوں سے چھینی جا رہی ہے جس کا مقصد کشمیریوں کو بے اختیار کر کے باہر سے آباد کار لانا ہے۔ یہ پالیسی معاشی استحصال کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کی ثقافتی اور تاریخی شناخت کو کمزور کرنے کی کوشش ہے۔

بھارتی فورسز کی جانب سے رہائشی گھروں کو نقصان پہنچانا بھی انسانی حقوق کی سنگین پامالی ہے۔ 2019ء سے جولائی 2025ء تک کے اعداد و شمار یہ ہیں:

سال	کل تعداد
2019	56
2020	80
2021	58
2022	29
2023	36
2024	36
2025	90

لاک ڈاؤن اور فوجی محاصرے نے کشمیر کی معیشت کو تباہ کر دیا۔ سیاحت، قالین بافی، زراعت اور دیگر شعبوں کو شدید نقصان پہنچا۔ کشمیر چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے مطابق اگست 2019ء سے اگست 2020ء تک 40000 کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔ مسلسل کرفیو، خوف کی فضا اور مواصلاتی پابندیوں نے کشمیری عوام میں ڈپریشن، پوسٹ ٹرامیٹک سٹریس ڈس آرڈر (PTSD) اور دیگر نفسیاتی مسائل کو جنم دیا۔

میڈیسنز سانس فرنٹیئرز کی رپورٹ کے مطابق کشمیری نوجوانوں میں خودکشی کے رجحانات بڑھے ہیں۔ اندازاً 9 لاکھ افراد باقاعدگی سے منشیات استعمال کرتے ہیں، مئی 2019ء میں میڈیسنز سانس فرنٹیئرز (ایم ایس ایف) / ڈاکٹرز ود آؤٹ بارڈرز کی جانب سے جاری کردہ ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ وادیٔ کشمیر میں تقریباً 18 لاکھ بالغ افراد (جو آبادی کا 45 فیصد بنتے ہیں) شدید ذہنی دباؤ کی علامات کا شکار ہیں۔ ان میں سے 41 فیصد افراد میں ڈپریشن، 26 فیصد میں بے چینی (اضطراب) اور 19 فیصد میں بعد از صدمہ ذہنی دباؤ کی بیماری (پی ٹی ایس ڈی) کی علامات پائی جاتی ہیں۔ بھارتی حکومت کے اقدامات نے کشمیری زبان، ثقافت اور تاریخ کو معدوم ہونے کے خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔ ہندوتوا کے حامی جیسے انوپم کھیر کشمیری مسلمانوں کو ”گھل مل جاؤ، مر جاؤ یا بھاگ جاؤ“ کا پیغام دے رہے ہیں۔ یہ سوچ ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک نسل پرست اور فسطائی نظام کی عکاسی کرتی ہے۔ نعیمہ مہجور کے مطابق، کشمیری تارکین وطن اپنی جائیدادیں بیچ کر

وادی چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ ظلم، سیاسی جبر، حکومتی دباؤ، رشتہ داروں کی لالچ اور سماجی انتشار نے ان کی زندگیوں کو مفلوج کر دیا ہے۔ سرکاری تقرریوں میں تعصب واضح ہے۔ صحافی افتخار گیلانی کے اعداد و شمار کے مطابق 2020ء میں 24 سیکریٹریوں میں صرف 5 مسلمان تھے، 58 اعلیٰ سول سروس افسران میں 12 اور 66 اعلیٰ پولیس افسران میں صرف 7 مسلمان تھے۔ 2025ء تک صورتحال مزید خراب ہوئی۔ انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس کے 93 افسران میں صرف 20 مسلمان ہیں (5.21 فیصد) جبکہ ریاست کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب 31.68 فیصد ہے۔ سول سیکریٹریٹ میں 36 سیکریٹریوں میں صرف 6 مسلمان ہیں (6.16 فیصد)۔ یہ اعداد و شمار کشمیریوں کی منظم بے دخلی کو ظاہر کرتے ہیں۔ مقبوضہ جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالیاں، گرفتاریاں اور تشدد معمول کا حصہ بن چکے ہیں۔ تاہم 5 اگست 2019ء کو بھارتی حکومت کی جانب سے ریاست کی آئینی حیثیت کے یکطرفہ خاتمے کے بعد سیکورٹی اداروں کو ملنے والے غیر معمولی اختیارات نے ظلم و جبر کی نئی مثالیں قائم کر دیں۔ ان حالات کا چشم دید جائزہ لینے کے بعد ”پاکستان-انڈیا پیپلز فورم فار پیس اینڈ ڈیموکریسی“ اور ”جموں و کشمیر سالیڈیریٹی گروپ“ نے 196 صفحات پر مشتمل دل دہلا دینے والی

رپورٹ The Siege شائع کی۔اس رپورٹ میں عوامی جبر، گرفتاریوں اور ٹارچر کے واقعات کی تفصیلات کے ساتھ دیہات وقصبوں میں جاری بھارت مخالف خاموش مزاحمت کو بھی اجاگر کیا گیا، جو بھارتی حکومت اور سیکورٹی اداروں کے لیے باعثِ تشویش ہے۔

رپورٹ میں پلوامہ کے ایک تاجر کے ساتھ فوجی بدسلوکی، نماز جنازہ میں شرکت پر افراد کو جیل بھیجنے، اور سینکڑوں کشمیری نوجوانوں کی یوپی اور آگرہ جیسی دور دراز جیلوں میں غیر قانونی نظربندی کے واقعات شامل ہیں۔ یہ افراد محض شبہ، اپنی رائے رکھنے یا کسی تقریر سننے کے ”جرم“ میں گرفتار کئے گئے۔ خاندانوں کو اپنے پیاروں سے ملاقات کے لیے زمینیں بیچنی پڑیں اور کئی والدین زبان کے فرق کے باعث صرف اپنے بچوں کو دیکھ کر لوٹ آئے۔ یہ رپورٹ بھارتی عدلیہ کی بے بسی، مقامی آبادی کی غربت اور سیکورٹی اداروں کی بدعنوانی کو بے نقاب کرتی ہے۔ حبس بے جا کی سینکڑوں پٹیشنز عدالتوں میں دائر ہوئیں مگر ان کی شنوائی نہ ہوسکی۔عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ عدالتوں کے چکر لگانے یا وکلاء کی فیس ادا کرنے کی استطاعت بھی کھو چکے ہیں۔فورم فار ہیومن رائٹس ان جموں اینڈ کشمیر کی رپورٹ جو جموں وکشمیر کی تقسیم اور عوام کی بے اختیاری کی چھٹی سالگرہ پر جاری کی گئی، خطے کی سنگین صورتحال کو واضح کرتی ہے۔اس میں سیاسی بے اختیاری، ادارہ جاتی زوال، سکیورٹی کا غیر ضروری استعمال اور جمہوری جمود کو خطے کو تاریک دور میں دھکیلنے والے اہم عوامل قرار دیا گیا۔فورم کی سربراہی سابق سکریٹری داخلہ گوپال پلئی اور سابق مذاکرات کار رادھا کمار کر رہے ہیں جبکہ اس میں سپریم کورٹ کے سابق ججز مدن لوکور، روما پال اور اے پی شاہ، فوجی افسران جیسے لیفٹیننٹ جنرل ایچ ایس پناگ اور ایئر وائس مارشل کپل کاک، مؤرخ رام چندر گہا اور دیگر شامل ہیں۔رپورٹ میں وزیراعظم نریندر مودی اور وزیر داخلہ امت شاہ کے ریاستی درجہ بحال کرنے کے وعدوں سے پیچھے ہٹنے پر سخت تنقید کی گئی۔ سپریم کورٹ نے 2019 ء کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے فوری ریاستی درجہ بحالی کی ہدایت دی تھی۔ جسٹس سنجیو کھنہ نے واضح کیا کہ کسی ریاست کو یونین ٹیریٹری میں تبدیل کرنا آئینی طور پر غلط ہے۔تاہم، حکومت ”مرحلہ وار“ اختیارات کی منتقلی کی بات کرتی ہے جسے فورم ناقابل قبول قرار دیتا ہے۔رپورٹ زور دیتی ہے کہ ریاستی درجہ کی بحالی ایک قانونی تقاضہ ہے نہ کہ کوئی سہولت۔ستمبر۔اکتوبر 2024 ءمیں ہونے والے اسمبلی انتخابات میں نیشنل کانفرنس جس کی قیادت عمر عبداللہ کر رہے ہیں، نے اکثریت حاصل کر کے حکومت بنائی مگر یہ حکومت عملی طور پر بے اختیار ہے۔لیفٹیننٹ گورنر اور مرکزی وزارت داخلہ کے پاس پولیس، سول سروسز، استغاثہ اور مالیات جیسے اہم شعبوں کا کنٹرول ہے۔12 جولائی 2024 ءکو جاری ٹرانزیکشن آف بزنس رولز نے کابینہ سے کلیدی اختیارات چھین لیے حتیٰ کہ وزارتی قلمدانوں کی تقسیم بھی بیوروکریٹک جائزے کے تابع ہے۔وزیراعلیٰ کو سکیورٹی بریفنگز سے دور رکھا جاتا ہے اور کابینہ کو افسران کے تقرر کا کوئی اختیار نہیں۔فورم اسے ”کٹھ پتلی نظام“ قرار دیتا ہے جو وفاقیت کی روح کی صریح خلاف ورزی ہے۔رپورٹ انسانی حقوق کی سنگین پامالیوں کی نشاندہی کرتی ہے جن میں نفرت انگیز تقاریر، ہجومی حملے، 2800 سے زائد افراد کی حراست اور 100 سے زائد گرفتاریاں سخت قوانین جیسے پبلک سیفٹی ایکٹ اور یو اے پی اے کے تحت کی گئیں۔کم از کم چھ مکانات (مقامی میڈیا کے مطابق دس) کو دھماکوں سے تباہ کیا گیا، جسے فورم ”اجتماعی سزا“ قرار دیتا ہے۔ 2019 ء سے ہیومن رائٹس کمیشن، خواتین کمیشن، احتساب کمیشن اور اطلاعاتی کمیشن غیر فعال ہیں کیونکہ یہ آئینی ادارے ختم کر دیے گئے اور بحال نہیں ہوئے۔لیفٹیننٹ جنرل ایچ ایس پناگ کا کہنا ہے کہ یہ صرف کشمیر کا مسئلہ نہیں بلکہ ہندوستان کی جمہوری روح کا سوال ہے۔وہ حکومت پر چھ سال سے ایک قوم کے حقوق سلب کرنے کا الزام لگاتے ہیں جسے وہ ”آمریت“ کہتے ہیں۔رادھا کمار کہتی ہیں کہ کشمیری عوام نے بار ہا ووٹ دیا، اب نئی دہلی کی باری ہے کہ وہ جبر

کے بجائے مفاہمت کا راستہ اپنائے۔ رپورٹ کے مطابق عزت نفس کی بحالی جو ریاستی درجے سے شروع ہوتی ہے، استحکام کی ضمانت ہے۔ رپورٹ یہ بھی بتاتی ہے کہ پچھلے چھ سالوں میں حکومتی اقدامات کا مقصد مسلم اکثریتی آبادی کو بے اختیار کرنا تھا۔ جانبدارانہ حد بندی، انتخابی فہرستوں کی ترتیب نو، یوم شہداء (13 جولائی) اور شیخ محمد عبداللہ کی سالگرہ کو تعطیلات سے ہٹانا اس کی واضح مثالیں ہیں۔ خصوصاً، 13 جولائی 2024 کو وزیر اعلیٰ کو مزار شہدا میں فاتحہ خوانی سے روکا گیا اور انہیں دیوار پھاند کر داخل ہونا پڑا جو پابندیوں کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ تمام اقدامات کشمیری عوام یا اسمبلی کی مشاورت و رضامندی کے بغیر کیے گئے۔

1931ء سے جولائی 2019ء تک کے دور کو اگر ہم ماضی کا نام دیں تو یہ درست ہی ہوگا، کیونکہ اس عرصے میں بھارت کا جابرانہ قبضہ اپنی پوری شدت و ظالمانہ اقدامات کے ساتھ جاری رہا لیکن اس دوران بھی بھارتی آئین کی شق 370 اور 35A نے کشمیر کی منفرد شناخت کو کسی نہ کسی شکل میں زندہ رکھا تھا۔ یہ شقیں کشمیریوں کے لیے ایک ڈھال تھیں جو ان کی زمین، ثقافت، اور مسلم تشخص کو تحفظ دیتی تھیں۔ مگر 5 اگست 2019ء کو شدت پسند حکمران جماعت بی جے پی نے ان شقوں کو منسوخ کر کے کشمیر کو بھارت میں مکمل طور پر ضم کر لیا۔ بھارت کے اقدامات صرف جغرافیائی قبضے تک محدود نہیں رہے بلکہ اب وہ ایک منظم فکری، تعلیمی اور تہذیبی یلغار کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ نصابی کتب میں تبدیلی، تاریخ کی مسخ شدہ تعبیر، مذہبی علامات پر پابندیاں اور اسلامی تشخص کو کمزور کرنے کی شعوری کوششیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ ایک "خاموش نسل کشی" کا عمل ہے، جو بندوق سے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب طاقتور ریاستوں کو کھلی چھوٹ مل جائے تو وہ سپین کی طرح پورے خطے کی شناخت بدلنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں اور پھر صدیاں گزر جانے کے بعد وہاں مسلمان محض کتابوں میں تلاش کیے جاتے ہیں۔ اس لیے آج ہم یہ برملا کہہ سکتے ہیں کہ 5 اگست 2019ء وہ سیاہ دن تھا جب کشمیر کا حال اپنے ماضی سے بھی بدتر ہو گیا۔ معروف کشمیری صحافی نعیمہ احمد مہجور نے اپنے حالیہ کالم میں اس دلخراش حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ کشمیر اب وہ جنت نظیر وادی نہیں رہی بلکہ ایک 'کاسمیر' بننے کی طرف بڑھ رہی ہے، ایک ایسی جگہ جہاں اس کی اصل شناخت ڈیڑھ ارب کی آبادی میں تحلیل ہو جائے گی۔ ان کے الفاظ میں "ایک دہائی بعد کشمیر 'کاسمیر' ہوگا" جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وادی کی روح کو چھین کر اسے ایک اجنبی سرزمین میں بدل دیا جائے گا۔ آگے لکھتی ہیں ۔کہ "کشمیر کے لوگ اپنا آبائی وطن چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ غیر کشمیریوں کی آمد، زمینوں کی فروخت، اور آبادی کے تناسب کو بدلنے کے اقدامات نے وادی کو اجنبی بنا دیا ہے۔ مقامی سیاست دانوں اور تاجروں کی ملی بھگت سے وادی کی زمینیں، جنگلات، اور معدنیات کا سودا ہو رہا ہے۔ غیر کشمیری سیاحت، زراعت، انتظامیہ اور عدلیہ پر چھا رہے ہیں اور لگتا ہے کہ ڈوگرہ دور جیسے واپس پلٹ آیا ہو جہاں کشمیری صرف بے روزگار یا جبری مزدور سمجھے جاتے تھے۔ شیخ محمد عبداللہ جنہوں نے مہاراجہ کے خلاف 'کشمیر چھوڑ دو' تحریک چلائی، آج تاریخ سے مٹائے جا رہے ہیں جبکہ لال چوک میں مہاراجہ کی مورتیوں کو تاج پہنائے جا رہے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر سوال اٹھتا ہے۔۔۔۔ کیا انڈیا کی آزادی کی تحریکیں غلط تھیں یا صرف کشمیریوں کو اپنی آواز اٹھانے کی سزا دی جا رہی ہے"۔ نعیمہ مہجور کے بقول، میڈیا کی خاموشی اور مقامی قلم پر زنجیریں اس المیے کو مزید گہرا کر رہی ہیں۔ کشمیر کی ثقافت، زبان، اور شناخت اپنی آخری سانسیں گن رہی ہے۔ جب اپنی گلیوں میں چلنا مشکل ہو، زبان پر پہرے ہوں، اور اپنی زمین اجنبیوں کے ہاتھوں فروخت ہو رہی ہو تو کشمیری کیا کریں۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ بھارت کو قابل ذکر کامیابی ملی ہے۔ مرکزی قوانین نافذ ہو چکے ہیں، نئی حلقہ بندیاں ہو چکی ہیں، ڈومیسائل اور زمین کے قوانین تبدیل ہو چکے ہیں اور ریاست کی جگہ وفاقی علاقہ وجود میں آچکا ہے۔ ان اقدامات نے زمینی انتظامی حقیقت کو تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کشمیری عوام کے دلوں میں سیاسی قبولیت پیدا کرنا، یہ انتہائی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، تاہم بھارتی قیادت قبولیت بھی پیدا کرنے کے ہر ممکنہ اقدامات کر رہی ہے اور اس سلسلے میں خفیہ مذاکرات اور امریکن کوششوں کی بنیاد پر تقسیم کشمیر کے منصوبے پر کام ہو رہا ہے اور کنٹرول لائن کو مستقل سرحد بنا کر تو ادھر اور ہم ادھر کے فارمولے پر کام سرعت سے جاری ہے۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو پھر کشمیر کو اندلس اور جامع مسجد سری نگر کو قرطبہ مسجد بننے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اللہ رحم فرمائے

ڈپٹی سپریم کمانڈر شہید برہان الدین حجازیؒ ۔۔۔ تحریک آزادی کا ایک درخشاں ستارہ

جو دلوں کو فتح کرلے، وہی فاتحِ زمانہ

عبدالباسط (شہید)

آٹھ نو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد میں اپنے ایک قریبی ساتھی کے گھر پہنچا۔ نمازِ عشاء اور کھانے کے بعد اس نے یہ دلدوز خبر سنائی کہ علی محمد ڈار، المعروف برہان الدین حجازی، شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر میرے اندر گویا طوفان برپا ہو گیا۔ چند لمحوں کے لیے سکتہ طاری ہو گیا۔ میرے ساتھی نے میرے جذبات کو بھانپ لیا اور دلاسہ دیتے ہوئے کہا کہ یہ راستہ ہی ایسا ہے، اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لیکن دل و دماغ اس ہولناک خبر کو ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ میں اپنی پیاری تنظیم حزب المجاہدین کو یتیم محسوس کرنے لگا۔ مجھے یقین ہے کہ آر پار میرے بہت سے مجاہد ساتھیوں کا بھی یہی حال ہوگا۔ اپنے محبوب قائد کے ساتھ گزرے ہوئے آٹھ برسوں کی یادیں، واقعات اور باتیں حافظے کی اسکرین پر فلم کی طرح چلنے لگیں۔

میں نے خود کو سنبھالا، تو میرے سامنے میدانِ اُحد کا منظر آ گیا، جب جیتی ہوئی فتح عارضی شکست میں بدل گئی اور یہ خبر پھیل گئی کہ جنابِ رسولِ اکرم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے دل بیٹھ گئے، ان کے ذہنوں میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ ایسی آزمائش میں حضرت انس بن نضرؓ نے پژمردہ دلوں میں نئی روح پھونک دی اور پکار اٹھے: ''لوگو! آؤ محمد ﷺ نے جس طرح اپنی جان اللہ کی راہ میں پیش کی ہے، ہم بھی اسی اللہ کی خاطر اپنی جانیں قربان کریں۔ پھر انہوں نے ستر زخم کھا کر جامِ شہادت نوش کیا''۔ حضرت ثابتؓ نے فرمایا: ''اگر محمد ﷺ قتل کر دیے گئے ہیں تو اللہ زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا۔'' یوں مسلمانوں نے ایک بار پھر میدانِ عمل کا رخ کیا۔ ڈیڑھ سال پہلے حزب المجاہدین کے نائب سپریم کمانڈر غازی نصیب الدین شہید ہوئے، تو اُن کی جگہ پُر کرنے کے لیے محترم برہان الدین حجازیؒ کا انتخاب ہوا۔ ''اللہ کی برہان'' نے نہ صرف غازی نصیب الدین کی جگہ پُر کی بلکہ حزب المجاہدین کو از سرِ نو منظم کیا اور اسے ایک مربوط، منضبط اور ناقابل تسخیر تنظیم کی شکل دی۔ انتہائی کٹھن حالات میں انہوں نے سارے جموں و کشمیر کا دورہ کیا اور اُن مجاہدین کی صف بندی کی جو غازی نصیب الدین کی شہادت سے دل برداشتہ ہو چکے تھے۔

محترم برہان الدین حجازیؒ شہید کا اصل نام علی محمد ڈار تھا۔ وہ تنظیم کے لیے گویا حیاتِ نو کا پیام بن گئے۔ اب ان کی شخصیت اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی بدولت جنگ بندی لائن کے اُس پار پوری آب و تاب سے چمک رہی تھی۔ یہی وہ وقت تھا جب ربِ ذوالجلال نے اپنے بندے کی خدمات کا صلہ دیتے ہوئے اس کے سینے پر شہادت کا تمغہ سجا دیا۔ اللہ کا یہ پاک بندہ کامران ہوگیا۔ ڈار صاحب کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، مگر میں اپنے تمام مجاہدین اور قائدین کو اس نازک موقع پر احتراماً عرض کرتا ہوں کہ آئیے، ہم بھی شہید کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے زندگی کے آخری سانس اور خون کے آخری قطرے تک جہاد و قتال کے اس بابرکت سفر کو جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ! ڈار صاحب بظاہر ایک شخص تھے، مگر اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک قائد اور ایک فکر تھے۔ طبیعت کے سادہ، زیادہ تر خاموش رہنے والے، مگر جب بولتے

تو دوسروں کو خاموش ہونا پڑتا۔ وہ بے مثل خطیب تھے۔ دل چاہتا ہے کہ ان کے تمام اوصاف بیان کروں، مگر کم علمی اور الفاظ کی تنگی آڑے آتی ہے۔ بس یہی کہہ سکتا ہوں:

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ 1991ء کے ابتدائی ایام کی بات ہے۔ مجھے بیس کیمپ آئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ جماعتِ اسلامی آزاد کشمیر کے مرکزی دفتر مظفر آباد میں محترم ڈار صاحب سے کھڑے کھڑے پہلی ملاقات ہوئی۔ اس سے پہلے مقبوضہ وادی میں ان کا غائبانہ تعارف موجود تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں میں نے ان سے شکایت کر دی کہ مجھے کوئی ملتا ہی نہیں۔ ڈار صاحب نے انتہائی شفقت سے مسکرا کر میری تمام شکایات اور سوالات کا تسلی بخش جواب دیا۔ یہ پہلی ملاقات ہی مجھے ان کا گرویدہ بنا گئی۔

ڈار صاحب کی خاص عادت تھی کہ جن ساتھیوں سے بے تکلف ہوتے، مصافحے کے وقت ان کا ہاتھ ہنسی مذاق میں زور سے دباتے۔ میرا کمزور ہاتھ جب ان کے مضبوط ہاتھوں میں آتا تو سانس رک سا جاتا، مگر ان کی محبت اور احترام میں یہ سب سہنا آسان ہو جاتا۔ میری طرح دوسرے کمزور ساتھی بھی ان کی "پکڑ" سے بچنے کی آرزو کرتے۔ مقبوضہ علاقے سے ڈار صاحب نے مختلف ذمہ دار ساتھیوں کے نام خطوط بھیجے۔ ان میں ایک خط مجھے بھی ملا، جس نے میرے اندر نیا جوش اور نیا جذبہ پیدا کیا۔ میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔ یہ خط ان کی بلند نگاہی، دور اندیشی اور شفقتِ مزاج کی روشن دلیل تھا۔ اس میں انہوں نے میری دلجوئی، حوصلہ افزائی اور تنظیم و تحریک کے بارے میں مفید ہدایات بھی تحریر فرمائیں۔

وہ زیادہ تر عام مجاہدین کے درمیان رہنا پسند کرتے تھے۔ 1995ء میں جماعتِ اسلامی پاکستان کے ملک گیر تاریخی اجتماعِ عام میں محترم ڈار صاحب بھی شریک تھے۔ وہ مقبوضہ علاقے سے چند ماہ قبل ہی آئے تھے۔ اس اجتماع میں کشمیری مجاہدین کی بڑی تعداد موجود تھی۔ مجھے یاد ہے کہ مانسہرہ کے ایک رفیق جماعت نے مجاہدین کے بیٹھنے اور سونے کے لیے چٹائیوں کا بندوبست کیا تھا۔ ڈار صاحب انتہائی سادہ لباس میں تھے اور ہمارے ساتھ تینوں دن انہی چٹائیوں پر

تھے اور ہمارے ساتھ تینوں دن انہی چٹائیوں پر بیٹھتے اور لیٹتے رہے۔ان کے مزاج میں شگفتگی بھی تھی اور حس مزاح بھی

بہت عمدہ تھی۔ ایک مرتبہ میں دفتر حزب میں بیٹھا تھا، اور میرے استاد محترم مجاہد مسعود شہید بھی وہاں موجود تھے۔ دورانِ گفتگو مسعود صاحب نے کہا: ''ڈار صاحب! کتنی افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ناظمِ دفتر کے پاس گھڑی نہیں ڈار صاحب نے فوراً کہا: میں ابھی بندوبست کرتا ہوں!'' اور ہنستے ہوئے مسعود

پہلے حزب المجاہدین کے نائب سپریم کمانڈر غازی نصیب الدین شہید ہوئے، تو اُن کی جگہ پُر کرنے کے لیے محترم برہان الدین حجازیؒ کا انتخاب ہوا۔ ''اللہ کی برہان'' نے نہ صرف غازی نصیب الدین کی جگہ پُر کی بلکہ حزب المجاہدین کو از سرِ نو منظم کیا اور اسے ایک مربوط، منضبط اور ناقابل تسخیر تنظیم کی شکل دی۔ انتہائی کٹھن حالات میں انہوں نے سارے جموں وکشمیر کا دورہ کیا اور اُن مجاہدین کی صف بندی کی جو غازی نصیب الدین کی شہادت سے دل برداشتہ ہو چکے تھے۔

صاحب کے بازو سے گھڑی اتار کر میرے بازو پر باندھ دی۔ مسعود صاحب نے کہا: ''ڈار صاحب، پیسے کون دے گا؟'' تو انہوں نے مزاحاً فرمایا: ''آپ کو پیسے بھی ملیں گے!'' ڈار صاحب نے گھڑی میری دائیں کلائی پر باندھی تھی، اور میں نے آج تک گھڑی بائیں ہاتھ پر نہیں باندھی۔

ایک مرتبہ مجھے شدید بخار ہو گیا اور میں کشمیر سرجیکل ہسپتال میں داخل تھا۔ بخار کی شدت میں جل رہا تھا کہ محترم ڈار صاحب چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ میری مزاج پرسی کے لیے وارڈ میں داخل ہوئے۔ سلام دعا کے بعد انہوں نے اردگرد کے ساتھیوں سے کہا کہ اس کا سر اور ہاتھ پاؤں دباؤ، میرا تجربہ ہے کہ اس سے بخار کم ہو جاتا ہے۔ پھر انہوں نے خود میرے پاؤں دبانے شروع کر دیے۔ میں نے عرض کیا: ''ڈار صاحب، مجھے گنہگار نہ کریں۔ مگر انہوں نے نہایت شفقت بھرے لہجے میں ڈانٹ کر مجھے خاموش کر دیا۔ تقریباً دس منٹ تک خود اپنے ہاتھوں سے دباتے رہے اور ایک قرآنی آیت کا ورد کرنے کو بھی کہا۔ واقعی میرے بخار میں کمی آ گئی۔ 1993ء کی بات ہے۔ 178 ساتھیوں پر مشتمل ایک عسکری گروپ تربیتی کورس کے لیے روانہ ہوا، اور اس قافلے میں ڈار صاحب محترم بھی شامل تھے۔ مجھے اس گروپ کا امیر بنایا گیا تھا۔ وہ عمر، رتبے اور تجربے میں مجھ سے کہیں بڑے تھے، مگر 25،20 دن مسلسل ہمارے ساتھ رہے۔ میں شرم سے پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا اور دل ہی دل میں پریشان رہتا تھا کہ اتنا بڑا آدمی کس طرح مجھے اپنا امیر سمجھ کر احترام کر رہا ہے۔ ایک بار مجھ سے پوچھا " کوئی ایسی تفسیر ہے جس میں آیات کے بارے میں مکمل شانِ نزول درج ہو؟ یعنی یہ آیت کب نازل ہوئی، دن کا کون سا وقت تھا، اور موسم کیسا تھا؟ " میں نے عرض کیا کہ ایسی کوئی تفسیر میری نظر سے نہیں گزری جس میں اتنی باریکی سے شانِ نزول کا ذکر ہو۔ پھر انہوں نے کسی فلسفی سے منسوب ایک قول سنایا کہ جو قرآن کو سمجھنا چاہے اور رسولِ محترم ﷺ کی زندگی کو سمجھنا چاہے، وہ عرب کے اس وقت کے صحابہؓ کو سمجھے، اور جو ان پاکباز نفوس کو سمجھنا چاہے تو عرب کے ریگستانوں اور سنگلاخ پہاڑوں کو سمجھے۔

فرض نمازوں، تہجد، نوافل اور اذکارِ مسنونہ سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ میدانِ کارزار سے بیس کیمپ پہنچے تو مجاہدین کے ایک کیمپ میں مجھ سے پوچھا کہ کیا لائبریری میں ''حصن حصین'' موجود ہے؟ جب میں نے اثبات میں جواب دیا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجاہدین کو یہ دعائیں ضرور یاد کرانی چاہئیں۔ ان کے نزدیک میدان میں ان دعاؤں کے اثرات دل و دماغ پر پڑتے ہیں، اور مجاہد کو اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور تعلق باللہ

ڈار صاحب کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، مگر میں اپنے تمام مجاہدین اور قائدین کو اس نازک موقع پر احتراماً عرض کرتا ہوں کہ آئیے، ہم بھی شہید کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے زندگی کے آخری سانس اور خون کے آخری قطرے تک جہاد وقتال کے اس بابرکت سفر کو جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ! ڈار صاحب بظاہر ایک شخص تھے، مگر اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک قائد اور ایک فکر تھے۔ طبیعت کے سادہ، زیادہ تر خاموش رہنے والے، مگر جب بولتے تو دوسروں کو خاموش ہونا پڑتا۔ وہ بے مثل خطیب تھے۔ دل چاہتا ہے کہ ان کے تمام اوصاف بیان کروں، مگر کم علمی اور الفاظ کی تنگی آڑے آتی ہے۔ بس یہی کہہ سکتا ہوں: بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مضبوط ہوتا ہے۔ آج جب میں اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہوں کہ شہید ہم سے رخصت ہو چکے ہیں اور اپنے رب سے جا ملے ہیں، تب بھی مجھے یقین ہے کہ ان کی زندگی ہمارے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہے گی۔ میں نے شہید محترم کی زندگی کے محض چند گمنام گوشوں سے پردہ اس لیے اٹھایا ہے کہ ان کی زندگی میں مشن سے لگن، جہاد وقتال سے وارفتگی، دنیا سے بے نیازی اور تقویٰ و پرہیزگاری جیسے اوصاف نمایاں تھے، اور ہم بھی ان کی پیروی کی کوشش کریں۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شہید کے مشن اور پروگرام کو آگے لے جانے کی توفیق عطا فرمائے، شہید کی مساعیِ جمیلہ کو شرفِ قبولیت دے، اور شہید کے حق میں قرآن وحدیث میں مذکور تمام انعامات انہیں نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سعادت وشہادت کی زندگی عطا فرمائے۔ آمین!

شہید برہان وانی کی یاد میں اسلام آباد میں یادگار مشاعرہ، مزاحمتی شاعری سے آزادیٔ کشمیر کی جدوجہد کو خراجِ عقیدت

ماہنامہ "کشمیر الیوم" کے زیر اہتمام تقریب میں معروف شعراء، ادیبوں اور دانشوروں کی شرکت۔ اردو و کشمیری کلام نے محفل کو گرما دیا معروف ادبی وفکری مجلہ "ماہنامہ کشمیر الیوم" کے زیر اہتمام اسلام آباد میں "مزاحمتی شاعری اور افسانوی شہرت کے حامل شہید برہان وانی" کے عنوان سے ایک شاندار اور یادگار مشاعرے کا انعقاد کیا گیا، جس میں شعر وادب سے وابستہ ممتاز شخصیات، دانشوروں، صحافیوں اور ادب دوست افراد نے بھرپور شرکت کی۔ تقریب کی میزبانی کے فرائض ماہنامہ کشمیر الیوم کے چیف ایڈیٹر شیخ محمد امین نے انجام دیے۔ انہوں نے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اپنا کلام بھی پیش کیا۔ جبکہ معروف شاعر طاہر اعجاز نے محفلِ مشاعرہ کی صدارت کی۔ مشاعرے میں سید مبارک شاہ، شاہد مقصود، مسرور احمد ڈار، اویس بلال اور طاہر اعجاز نے اردو اور کشمیری زبان میں اپنا ولولہ انگیز کلام پیش کیا۔ شعراء نے مزاحمت، آزادی، وطن سے محبت اور برہان وانی کی جدوجہد کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے منفرد اسلوب سے حاضرین کو خوب محظوظ کیا۔ ہر شعر پر سامعین نے بھرپور داد دی اور ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ تقریب میں ماہنامہ کشمیر الیوم کے ایڈیٹر فاروق قیصر، پاکستان ٹیلی وژن (پی ٹی وی) کے پروڈیوسر اور معروف صحافی عبداللطیف ڈار، سچ ٹی وی اسلام آباد سے وابستہ صحافی شوکت علی خان سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی نمایاں شخصیات نے شرکت کی۔ شرکاء نے اس امید کا اظہار کیا کہ اس نوعیت کی ادبی نشستوں کا انعقاد مستقبل میں بھی جاری رہنا چاہیے تاکہ مزاحمتی ادب، کشمیری ثقافت اور تحریکِ آزادیٔ کشمیر کی جدوجہد کو نئی نسل تک مؤثر انداز میں منتقل کیا جاسکے اور شہداء کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

برہان جو سجا ہے ہر گفتگو کا محور

گھر گھر سے ایک برہان میدان میں لائیں گے ہم — برہان کے لہو کا بدلہ چکائیں گے ہم
منزل کی جستجو میں سہہ لیں گے ہر ستم کو — جنت کی آرزو میں اُس پار جائیں گے ہم
جب جذبہ اخوت سینوں میں موجزن ہو — اک دوسرے پہ تب ہی جانیں لٹائیں گے ہم
ڈر دل سے نکالیں گے مرنا جو مقدر ہے — دشمن کو بے بسی کا رونا رولائیں گے ہم
کردار کارواں کا آئینہ دار ہوگا — اسرار بے خودی سے پردہ ہٹائیں گے ہم
ہے پشت بان ہمارا پروردگار عالم — کشمیر میں بدر کا میدان سجائیں گے ہم
برہان جو سجا ہے ہر گفتگو کا محور — آزادی وطن کی پہچان بنائیں گے ہم
صورت گلاب جیسی سیرت میں بھی حسین تھا — اس نور کارواں کی مشعل جلائیں گے ہم
اعجازؔ ہے یقیناً برہان کی شہادت — یادوں کی یہ امانت دل میں بسائیں گے ہم

طاہر اعجازؔ

مجاہدین اسلام کہتے ہیں

ہم موسم نہیں جو ہرگھڑی رنگ بدلتے ہیں ہم مثل سورج ایک ہی محور پہ چلتے ہیں
ہمارے آبلہ پاؤں کبھی پُر پیچ راہوں پر ذرا سا ڈگمگائیں بھی تو ہم فوراً سنبھلتے ہیں
سپیرے نے پٹاری کو ہے گر پھولوں سے بھر ڈالا ہمیں معلوم ہے نیچے گلوں کے سانپ پلتے ہیں
میرے قاتل نے مجھکو حیات جاوداں بخشی کہو ان سے جو میری موت پر اتنا اچھلتے ہیں
ہم اندھیرے نہیں جو بھیک مانگیں گے اجالوں سے ضرورت روشنی کی ہو تو پھر ہم خود ہی جلتے ہیں
مزاحمت تم بھی تھوڑی سی کرو تب بات بن جائے کبھی خالی دعاؤں سے نہیں خطرات ٹلتے ہیں
ہرموسم کا ستم سہہ لو اگر ہے دیدور بننا نہیں تو مرغزاروں میں ہزاروں پھول کھلتے ہیں
جمود اچھا نہیں مسرورؔ پلٹ کرتم اسے توڑو پاؤں کے رگڑنے سے ہی تو زم زم نکلتے ہیں

مسرورؔ احمد ڈار

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف

میری غزل آج کی سوغات ہوگئی بنتی نہ تھی جو وہی بات ہو گئی
اے ساکنان ارض وطن کچھ تو بتائیے کب دن ہوا اور کہاں رات ہو گئی
عشق عمیق گر چہ ہے میرے وطن سے مجھے جب سے ہوئے مجبور حکایات ہو گئی
نکلے تھے گھر سے شوق شہادت کے واسطے کچھ یوں ہوا کہ زندگی خیرات ہو گئی
اک کارواں تھا حریت کی راہ میں رواں رہبر کی سوچ حدیث خرافات ہو گئی
تج دی ہے ہر اک شخص نے اپنی زندگی منزل کی آس رہین مواخات ہو گئی
صحرا میں سراب کی مانند ہے آرزو امید بھی مبارکؔ کرامات ہو گئی
محبوب کی گلیوں میں پھرتے تھے بے دھڑک ہر موڑ پر کوئی نہ کوئی گھات ہو گئی
دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

سید محمد مبارک شاہ

خونِ شہداء سے مہکے گا گلستان

اعجاز، رابعہ، ایاز و عرفان، قومِ وفا کے چار درخشاں نشان
اپنے حق کی خاطر دے دی جان، تحریکِ آزادی پہ ہوئے قربان

جموں کی دھرتی کا تھے وہ مان، علاقے کی آن، بان اور شان
عزم و ہمت کی تھے پہچان، قومِ وفا کا روشن عنوان

ماں باپ نے رکھا صبر کا مان، کہتے تھے رب کی تھی یہ امان
دشمن کے آگے نہ جھکا ایمان، حق کی خاطر قائم رہا وجدان

اعجاز نے پورے کیے دل کے ارمان، باطل کے ایوانوں میں برپا طوفان
رابعہ، ایاز اور عرفان، حریتِ کشمیر کے روشن نشان

قوم کی قوت، ملت کی جان، وادی کے چمکتے ماہ و کہکشاں
آج بھی زندہ اُن کا احسان، آج بھی روشن اُن کا فرمان

اعجاز، رابعہ، ایاز و عرفان، قومِ ذی‌شان کا عظیم نشان
خونِ شہداء سے مہکے گا گلستان

اویس اقبالؔ

ایک ہی مٹی، ایک ہی خوشبو

رہے جہاں ماں کا آنچل سلامت
حرمت، عظمت، عصمت سلامت
دے دو ہمیں کوئی ایسا ٹکڑا
جہاں چہار سو امن و امان ہو
ماں کی دعا کا سایہ باقی
باپ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک باقی
بہن کی چوکھٹ، بھائی کی ہنسی
رشتوں کو ایسی عمر دے دو
ایک ہی مٹی، ایک ہی خوشبو
ایک ہی دھڑکن، ایک ہی آنسو
کس کے کہنے پر بٹ گئے ہم
اس کا بھی کوئی جواب دے دو
بندش، زنجیر، اونچی دیواریں
روتی رہیں سب پیاری راہیں
آنکھ ترستی، باہیں خالی
وصل کی اک دوپہر دے دو

مقصود منتظرؔ

نفسِ انسان کی مابعد طبیعیاتی اور مادی حقیقت: ایک جدید ڈیجیٹل اور قرآنی تمثیل

تحقیق وتالیف: سید محمد مبارک شاہ

خلاصہ (Abstract)

زیرِنظر مضمون انسانی باطن (نفس اور روح) کے روایتی فلسفیانہ مباحث کو عصرِ حاضر کی معلوماتی نظام اصطلاحات (Information Technology) کے تناظر میں سمجھنے کی ایک فکری کوشش ہے۔ قرآنی شواہد اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں، یہ تحقیق پیش کرتی ہے کہ انسانی وجود محض مادی اجزاء کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک مربوط نظام (Integrated System) ہے، جہاں جسمانی ہارڈ ویئر، روحانی توانائی اور نفسانی سافٹ ویئر باہم یکجا ہیں۔ مضمون میں ارکانِ اسلام، نوافل اور اخلاقیات کو انسانی نفس کے تحفظ، چارجنگ اور بہترین کارکردگی کے ''حفاظتی پروٹوکولز'' (Security Protocols) کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔ مزید برآں، موت، برزخ، حشر اور جزا و سزا کے مراحل کو کلاؤڈ کمپیوٹنگ، ڈیٹا بیک اپ، اور سسٹم ری بوٹ کی تمثیلات سے واضح کیا گیا ہے تاکہ دورِ جدید کا انسان اپنے باطنی و اخروی ارتقاء کو سہولت سے سمجھ سکے۔

مقدمہ (Introduction)

الف۔ کلاسیکی فلسفیانہ پس منظر (Classical Philosophical Background) قدیم و جدید دور کے مفکرین، بالخصوص امام غزالیؒ، امام ابن تیمیہؒ، اور شیخ اکبر ابن عربیؒ نے نفس اور روح کے باہمی تعلق پر گہرے فلسفیانہ اور علمی مباحث کیے۔ انہوں نے واضح کیا کہ انسانی روح ایک لطیف مابعد طبیعیاتی حقیقت ہے جو جسم کے مادی نظام کو متحرک کرتی ہے۔ عصرِ حاضر کے معلوماتی نظام (Information Technology) اور آرٹیفیشل انٹیلیجنس (AI) کے دور میں ان کلاسیکی فکری مباحث کو سمجھنا اب مزید آسان ہو گیا ہے۔

ب۔ جدید معلوماتی تناظر (Modern Information Context) دورِ حاضر کے انسان کے لیے کلاؤڈ کمپیوٹنگ، کوڈنگ، سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر کی زبان روزمرہ کا حصہ ہے۔ قرآنِ حکیم نے انسان کی مادی خلقت (مٹی) اور مابعد طبیعیاتی خلقت (روح) دونوں کا بیک وقت ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ انسان ایک مادی روبوٹ نہیں ہے، بلکہ خالقِ کائنات کا بنایا ہوا ایک ایسا خود کار شاہکار ہے جس کا ہارڈ ویئر مٹی سے تراشا گیا اور جس کا مین آپریٹنگ سسٹم غائب کی دنیا سے ڈاؤن لوڈ کیا گیا ہے۔ یہ مضمون اسی ڈیجیٹل تمثیل کے ذریعے نفسِ انسانی کے پوشیدہ گوشوں اور اخروی سفر کے مراحل کو آشکار کرتا ہے۔

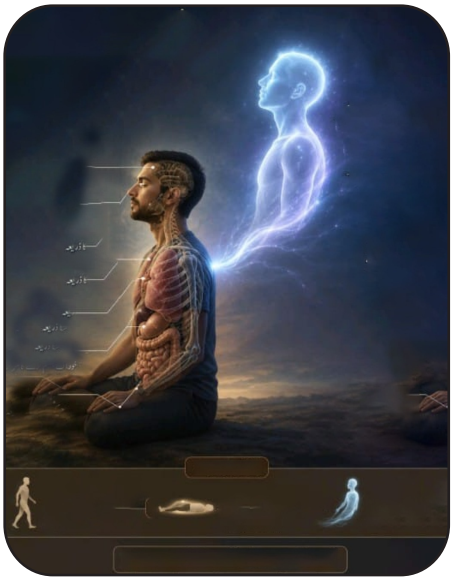

قرآن مجید میں نفس کا عمومی تصور (The Quranic Concept of Self)

تمہیدی طور پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید نے لفظ ''نفس'' کو انسان کے پورے باطنی شعور، ضمیر اور اس کی انفرادی شخصیت کے لیے استعمال کیا ہے۔ قرآن پاک نفس کی تین بنیادی حالتوں یا تغیرات کی نشاندہی کرتا ہے، جو انسانی ارتقاء کے مختلف درجات کو واضح کرتی ہیں:

الف۔ نفسِ امارہ (The Commanding Self): حیوانی جبلت اور ڈیفالٹ کوڈ

یہ نفس کی وہ ابتدائی اور حیوانی حالت ہے جو انسان کو مادی لذتوں اور گناہ کی طرف مائل کرتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ترجمہ: ''بیشک نفس تو برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے، مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے۔'' (سورہ یوسف 53)

ب۔ نفسِ لوامہ (The Accusing Self): باطنی ضمیر اور ڈیبگر (Debugger) یہ نفس کی وہ حالت ہے جہاں ضمیر بیدار ہوتا ہے اور انسان کو اس کی لغزشوں پر ملامت کرتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے: ترجمہ: ''اور میں ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔'' (سورہ القیامہ 2)

ج۔ نفسِ مطمئنہ (The Peaceful Self): پرفیکٹ آپٹمائزڈ اور سرور سنکڈ (Synced) یہ نفس کا وہ اعلیٰ ترین درجہ ہے جہاں باطن تمام اخلاقی برائیوں سے پاک ہو کر مکمل سکون اور رضا الٰہی پا لیتا ہے: ترجمہ: ''اے اطمینان پانے والے نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہو۔'' (سورہ الفجر 27-28)

انسانی وجود کا ثلاثی ڈیجیٹل ماڈل (The Tripartite Digital Model)

قرآنی شواہد کے مطابق، انسانی وجود تین بنیادی اجزاء کا مجموعہ ہے، جن کی توجیہ جدید ٹیکنالوجی سے یوں ممکن ہے:

الف۔ مادی جسم: ہارڈ ویئر (The Hardware)

انسان کا مادی وجود مٹی اور عنصری کثافتوں سے بنا ہے۔ قرآن فرماتا ہے: ترجمہ: ''اس نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔'' (سورالرحمن: 14)

یہ مادی جسم اس وقت تک محض ایک بے جان آلہ (Hardware) ہے جب تک اس میں توانائی داخل نہ ہو۔

ب۔ روح: برقی توانائی (The Electricity) روح امرِ ربی اور من جانب اللہ ایک پاکیزہ روشنی ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے: (سورہ الاسراء: 85) ترجمہ: ''اور یہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، فرما دیجیے: روح میرے رب کے امر (حکم) سے ہے۔'' ٹیکنالوجی کی زبان میں روح وہ ''بجلی کا کرنٹ'' ہے جو پاور ہاؤس سے آ کر ہارڈ ویئر کو متحرک کرتی ہے، جس کا اپنا کوئی ذاتی بگاڑ یا عیب نہیں ہوتا۔

ج۔ نفس: آپریٹنگ سسٹم یا سافٹ ویئر (The Software/OS)

جب رحمِ مادر میں 120 دن بعد روح (بجلی) مادی جسم (Hardware) سے ملتی ہے، تو ایک تیسری حقیقت بیدار ہوتی ہے جسے ''نفس'' (انسان کا شعور، ضمیر اور شخصیت) کہتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے: ترجمہ: ''اور نفسِ انسانی کی قسم اور اس کی جس نے اسے درست بنایا، پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔'' (سورہ الشمس: 7-8) نفس ہی

وہ بنیادی سافٹ ویئر ہے جہاں خیر اور شر دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت (Vulnerability) رکھی گئی ہے۔

بیرونی عوامل اور ماحولیاتی پروگرامنگ (External Influences)

رحمِ مادر سے دنیا میں منتقل ہوتے ہی نفس کا سافٹ ویئر بیرونی نیٹ ورک سے منسلک ہو جاتا ہے۔ یہاں چار بڑے عوامل اس کی پروگرامنگ کرتے ہیں: والدین (The Root Programmers): بنیادی سورس کوڈنگ۔ یہ نفس کے سافٹ ویئر کی پہلی کوڈنگ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: ”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔“ (صحيح البخاري 1358) ترجمہ: ”ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اساتذہ و اسکول (The OS Upgraders): نظام کی اپ گریڈیشن

یہ علم اور حکمت کے ذریعے نفس کو اپگریڈ کرتے ہیں، جیسا کہ انبیاء کا منصب بیان ہوا: ترجمہ: ”اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔“ (سورہ الجمعہ 2)

معاشرہ اور دوست (Third-Party Apps): بیرونی اپیلی کیشنز کا اثر۔ یہ ان ایپس کی مانند ہیں جو نفس میں عادات انسٹال کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: ”انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔“ (سنن ابی داؤد 4833)

اچھے دوست مفید ایپس ہیں اور برے دوست باطنی وائرس۔

شیطان (The External Hacker): فشنگ حملے (Phishing Attacks)

یہ کائنات کا سب سے بڑا ہیکر ہے جو زبردستی تو داخل نہیں ہو سکتا، لیکن خوبصورت گناہوں کے ”فشنگ لنکس“ (Phishing Links) بھیجتا ہے۔ وہ قیامت کے دن کہے گا: ترجمہ: ”میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں، سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔“ (سورہ اِبراہیم 22)

ارکانِ اسلام: کور سیکیورٹی اور مینٹیننس پروٹوکولز (Cover security and maintanance)

انسانی نفس کو ہیکنگ اور وائرس (نفسِ امارہ) سے بچانے کے لیے مینوفیکچرر Manufacturer (اللہ تعالیٰ) نے پانچ فرض سیکیورٹی پروٹوکولز لازم کیے ہیں:

الف۔ کلمہ طیبہ (OS Activation Key): لائسنس رجسٹریشن Liscence Registration

یہ دل کی ہارڈ ڈسک کو کفر و شرک کے پرانے ڈیٹا سے پاک کر کے توحید کا اور یجنل لائسنس ایکٹیو کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ترجمہ: ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ (کلمہ طیبہ) کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے، وہ ایک پاکیزہ درخت کی

مانند ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوطی سے قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔“ (سورہ اِبراہیم 24)

ب۔ نماز (Daily Auto-Charging): باقاعدہ انرجی اپ ڈیٹ

نفس کی بیٹری کو روزانہ ۵ مرتبہ چارج کرتی ہے اور رئیل ٹائم فائر وال بن کر برائی کے سگنلز بلاک کرتی ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے: ترجمہ: ”آپ کی طرف جو کتاب وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کریں اور نماز قائم کریں، بیشک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔“ (سورہ العنکبوت 45)

ج۔ روزہ (Power Saving Mode): وسائل کی بچت اور فائر وال مضبوطی

جسمانی خواہشات کی سپلائی کاٹ کر نفسِ امارہ کو سست اور تقویٰ کی فائر وال کو مضبوط کرتا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (سورہ البقرہ 183)

د۔ زکوٰۃ (Cache Cleansing): ڈیٹا کی تطہیر اور بخل ڈیلیٹ کرنا

نفس کے اندر سے مال کی محبت کا کرپٹ ڈیٹا اور بخل کے وائرس کو ڈیلیٹ کر کے باطن کو پاک کرتی ہے۔ قرآن میں حکم ہے: ترجمہ: ”آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیجیے جس کے ذریعے آپ انہیں پاک کر دیں اور انہیں باطنی برکت (تزکیہ) عطا فرمائیں۔ (سورہ التوبہ 103)

ہ۔ حج (System Factory Reset): فیکٹری ریسٹوریشن

پچھلی زندگی کے تمام وائرسز اور گناہوں کے اثرات کو مٹا کر سافٹ ویئر کو بالکل زیرو میٹر کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ترجمہ: ”جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس کے دوران کوئی بیہودہ بات یا گناہ نہ کیا، وہ (گناہوں سے) ایسا پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔“ (صحيح البخاري 1521)

نوافل اور اخلاقیات: پریمیم فیچرز اور کلاؤڈ سنکنگ

جب فرائض کے بعد انسان نوافل اور اعلیٰ اخلاق کا حامل بنتا ہے، تو اس کا نفسِ امارہ مستقل طور پر نفسِ مطمئنہ میں تبدیل ہو کر عروج پا لیتا ہے:

الف۔ نوافل (Cloud Sync): الٰہی رضا سے ہم آہنگی

یہ انسان کے نفس کو اللہ کی رضا کے ساتھ ایسا تال میل (Sync) مہیا کرتے ہیں کہ انسان کا ہر عمل رب کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی میں وارد ہوا: ترجمہ: ”اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے مستقل مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔“ (صحيح البخاري 6502)

ب۔ اخلاقیات (Premium HD User Interface): صارف کا خوبصورت انٹرفیس

یہ وہ خوبصورت ظاہری روپ (UI) ہے جو پوری انسانیت کو نفع پہنچاتا ہے: (جاری)

05اگست سیاسی جبر کا دن

محمد شہباز بڈگامی

مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے کو سات برس مکمل ہو چکے ہیں۔ان سات برسوں میں اہل کشمیر پر قیامت ڈھادی گئی، تاریخ کا بدترین جبر کشمیری عوام پر مسلط کیا گیا۔جبکہ آرٹیکل 370اور 35اے کی منسوخی کے بعد مقبوضہ جموں وکشمیر کو عملاً ایک کھلی جیل میں تبدیل کیا گیا ہے۔مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کی منسوخی کے بعد بھارت نے نہ صرف کشمیری عوام پر فوجی محاصرہ مسلط کیا بلکہ یہاں آزادی اظہار رائے کا گلہ گھونٹا اور کشمیری عوام کی سانسوں پر بھی پہرے بٹھائے۔بھارت نے 5اگست 2019 کے بعد کشمیری عوام کے تمام بنیادی حقوق اور آزادیوں کو سلب کر لیا ہے۔حتیٰ کہ مذہبی معاملات میں بھی کھلم کھلا مداخلت کی جاتی ہے۔کئی برسوں سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں نماز جمعہ اور عیدین کے بڑے اجتماعات پر پابندیاں عائد ہیں ،جبکہ تاریخی جامع مسجد سرینگر کے منبر ومحراب کئی کئی ہفتوں تک خاموش رہتے ہیں۔مقبوضہ جموں وکشمیر کی پوری آزادی پسند قیادت کے علاوہ مذہبی رہنما بھی بھارتی جیلوں اور عقوبت خانوں میں قید کیے گئے ہیں۔کشمیری عوام کی جائیداد واملاک،باغات اور رہائشی مکانوں پر قبضہ اب ایک عام روایت بن چکی ہے۔

05اگست 2019 کے ماورائے آئین اقدام کے پیچھے جہاں کئی عوامل کارفرما ہیں،وہیں BJPاور RSSکی جانب سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں قبل از اسلام ہندو تہذیب کا از سر نو احیا سرفہرست ہے۔مودی کی جانب سے 5اگست 2019 میں غیر قانونی اقدامات کا مقصد مقبوضہ جموں وکشمیر کی مسلم شناخت چھیننا ہے۔جس کیلئے بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے اور مسلم اکثریتی کردار مٹانا مودی اور اس کے قبیل کی اولین ترجیحات میں شامل ہیں۔اسی لیے مقبوضہ جموں وکشمیر میں غیر مقامی افراد یعنی ہندوؤں کو بڑے پیمانے پر آباد کیا جا رہا ہے۔جس کیلئے 05اگست 2019 کے بعد لاکھوں ڈومیسائل کا اجراعمل میں لایا جا چکا ہے۔اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جب کشمیری عوام کی مسلم شناخت کو ہندو اقلیت میں بدلا جائے تو حق خود ارادیت کی جدوجہد از خود کمزور پڑ جائے گی۔البتہ اپنی منفرد شناخت کا تحفظ کشمیری مسلمانوں کیلئے ایک ناگزیر حقیقت ہے۔کشمیری عوام 5 اگست 2019 کی غیر آئینی تبدیلیوں کو کبھی قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی آج کے دن تک کیا ہے۔بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ بھارت کے 5اگست 2019 میں ماورائے آئین اقدامات کے بعد سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں صورتحال مزید خراب ہوئی ہے۔جس کا اظہار اب بھارت نواز جماعتیں اور ان کے رہنما کھلے بندوں کرتے ہیں۔حالانکہ مودی اور اس کے حواری یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ آرٹیکل 370اور 35اے کے خاتمے نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں حالات کو یکسر تبدیل کیا ہے۔

اب تو بھارت کے دانشور حلقے اور سابق بھارتی آفیسران اور بیوروکریٹ کھل کر اس بات کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ جموں وکشمیر میں تحریک آزادی کو ختم نہیں کیا جا سکا۔اگر ایک جانب بھارت کا ظلم وجبر رکنے کا نام نہیں لیتا مگر وہیں اہل کشمیر تمام تر جبر واستبداد کے باوجود نہ بھارت کے سامنے سرنگوں ہونے کیلئے تیار ہیں اور نہ ہی تاریخ کی لازوال اور عظیم قربانیوں سے مزین تحریک آزادی پر کوئی سمجھوتہ کر رہے ہیں،یہی اہل کشمیر اور تحریک آزادی کا مثبت اور جاندار پہلو ہے۔5اگست 2019 مقبوضہ جموں وکشمیر کی جدید تاریخ کا سب سے المناک،دردناک اور تباہ کن دنوں میں سے ایک ہے۔یہ وہ دن تھا جب ہندوتوا طاقتوں نے بین الاقوامی قانون اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو روندھتے ہوئے مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر کے کشمیری عوام کے تمام سیاسی،سماجی،ثقافتی،معاشی،مذہبی اور دیگر بنیادی حقوق کو پس پشت ڈالا ہے۔5اگست 2019 ہی وہ دن تھا جب ہندوتوا مودی حکومت اپنی تمام تر فوجی طاقت،وسائل اور اداروں کیساتھ مل کر مقبوضہ جموں وکشمیر پر حملہ آور ہوئی اور کشمیری عوام کے تمام بنیادی حقوق غصب کیے۔بھارتی حکومت،بھارتی پارلیمنٹ،اس کی 10 لاکھ افواج،درجنوں تحقیقاتی ادارے،خفیہ ایجنسیاں اور یہاں تک کہ اس کی مسلم مخالف اور ہندوتوا نواز عدلیہ نے کشمیری عوام کو فتح کرنے اور اسے ہندو راشٹر کا حصہ بنانے کیلئے شروع دن سے سر جوڑ لیے تھے۔مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کا خاتمہ بدترین ڈکیتی،سب سے بڑی دہشت گردی اور کشمیری عوام کے تشخص،ثقافت اور بنیادی حقوق پر حملہ ہے۔اس غیر جمہوری،غیر آئینی اور غیر قانونی اقدام کے تباہ کن اثرات اب آہستہ آہستہ مرتب ہو رہے ہیں۔جن میں مقبوضہ جموں وکشمیر میں نو آبادیاتی ایجنڈا کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔مقبوضہ جموں وکشمیر کا ہر انچ مسلح بھارتی فوجیوں سے بھرا پڑا ہے اور گزشتہ سات برسوں سے مسلسل محاصرے میں ہے۔05 اگست 2019 سے قابض بھارتی فوجیوں نے 1100 کشمیریوں کا قتل عام کرنے کے علاوہ 2500 زخمی اور 516,28 سے زائد گرفتار کیے اور وہ مختلف من گھڑت مقدمات کے تحت بھارتی جیلوں میں بند ہیں۔گزشتہ برس 22 اپریل کو بیسرن پہلگام میں 26 بھارتی سیاحوں کی ہلاکت کے بعد 3000 کے قریب کشمیری نوجوان گرفتار کر کے انہیں پبلک سیفٹی ایکٹ اور UAPA کے تحت جیلوں اور عقوبت خانوں میں بند کیا گیا،جبکہ

کشمیری عوام 5اگست 2019 کی غیر آئینی تبدیلیوں کو کبھی قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی آج کے دن تک کیا ہے۔بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ بھارت کے 5اگست 2019 میں ماورائے آئین اقدامات کے بعد سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں صورتحال مزید خراب ہوئی ہے۔جس کا اظہار اب بھارت نواز جماعتیں اور ان کے رہنما کھلے بندوں کرتے ہیں۔حالانکہ مودی اور اس کے حواری یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ آرٹیکل 370اور 35اے کے خاتمے نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں حالات کو یکسر تبدیل کیا ہے۔

23 اپریل کو جنوبی کشمیر کے اسلام آباد اور پلوامہ میں 13 سے زائد رہائشی مکانات صرف مشتبہ افراد کی ملکیت ہونے کے نام پر انہیں بارود سے اڑا دیا گیا۔اس کے علاوہ بدنام زمانہ بھارتی NIA اور ریاستی SIA جیسی خوفناک بھارتی ایجنسیوں نے چھاپوں کے نام پر خوف و دہشت پھیلائی ہے۔سینکڑوں آزادی پسند رہنماؤں اور کارکنوں کی جائیدادیں ضبط کی جاچکی ہیں۔مختلف بہانوں سے کشمیری عوام کی املاک کو مسمار کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔جس کا بنیادی مقصد کشمیری عوام کو ڈرانا اور انہیں غاصبانہ بھارتی قبضہ تسلیم کرنے پر مجبور کرنا ہے۔یہ وہی استعماری پالیسی ہے جسے اسرائیل فلسطین میں استعمال کر کے انہیں ان کی پشتینی زمینوں سے محروم کر کے اپنی ہی سرزمین پر بے گھر اور ہجرت پر مجبور کر رہا ہے۔مودی حکومت بھی مقبوضہ جموں وکشمیر میں صیہونی اسرائیلی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔

مودی حکومت کے 5 اگست 2019 میں غیر قانونی اور غیر آئینی اقدامات نے مقبوضہ جموں وکشمیر کی معیشت کو اربوں ڈالر کا نقصان پہنچانے کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ ہزاروں کشمیری اپنے کاروبار اور روزگار سے محروم ہو چکے ہیں۔ 05 اگست 2019 کے بعد مقبوضہ خطے میں قابض بھارتی انتظامیہ کشمیری مسلمان سرکاری ملازمین کو کبھی ایک تو کبھی دوسرے بہانے ملازمتوں سے برطرف کر رہی ہے اب تک سینکڑوں کشمیری ملازمین کو نوکریوں سے برطرف کیا جاچکا ہے اور ان کی جگہ غیر ریاستی ہندو ملازمین کو بھرتی کیا جا رہا ہے۔اس صیہونی پالیسی کا مقصد کشمیری عوام سے سب کچھ چھیننا اور انہیں اپنی ہی سرزمین پر محکوم ومجبور اور تمام وسائل وحقوق سے محروم کرنا ہے۔بھارت فوجی طاقت کے ذریعے کشمیری عوام کی آواز کچلنے کیلئے ہر وحشیانہ حربہ استعمال کرنے کے باوجود کشمیری عوام کو فتح کرنے میں ناکام رہا ہے اور اہل کشمیر کا جذبہ آزادی ہر گزرتے دن کیساتھ زور پکڑ رہا ہے۔بھارتی ظالمانہ رویے نے کشمیری عوام کے اس یقین کو مزید پختہ تر کیا ہے کہ بھارت ان کا بدترین دشمن اور ان کی زندگی، عزت، مستقبل، مذہبی شناخت، ثقافت بھارتی تسلط میں محفوظ نہیں ہے۔غیر مسلح لیکن بہادر اور پرعزم کشمیری عوام نے اپنے عزم، استقامت اور ناقابل تسخیر جذبے کے ذریعے دنیا کی چھٹی بڑی فوجی طاقت کو الجھائے رکھا ہے۔کشمیری عوام نے ہٹلر سے متاثرہ آر ایس ایس کے خواب چکنا چور کیے ہیں اور پھر ایکبار ثابت کیا ہے کہ وہ ناقابل تسخیر ہیں، انہیں قتل تو کیا جاسکتا ہے لیکن شکست نہیں دی جاسکتی۔ان کے حوصلے ہمالیہ سے بھی بلند ہیں، بھارت نے 10 لاکھ سے زائد افواج کی بنیاد پر اہل کشمیر کو یرغمال بنایا ہے لیکن بھارت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ مقبوضہ جموں وکشمیر میں اپنی تمام فوجیں بھی تعینات کریں تب بھی شرمناک اور ذلت آمیز شکست اس کا مقدر ہے۔کشمیری عوام کا بے مثال اور ناقابل شکست عزم بھارت کیلئے نوشتہ دیوار ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت کشمیری عوام کی جائز تحریک آزادی کو کچل نہیں سکتی۔یہ بھارت کے اپنے مفاد میں بھی ہے کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور بے جا ضد سے باز آجائے اور کشمیری عوام کے حق خودارادیت کو تسلیم کرے۔بھارت بہت تماشے کر کے دیکھ چکا ہے،کبھی G20 کے نام پر تو کبھی پورے بھارت سے ہندوؤں کو یہاں لا کر امرناتھ یاترا کو اپنی بڑی کامیابی گردانتا ہے مگر بھارت کے اہل دانش جانتے ہیں کہ ان اقدامات سے غربت وافلاس میں ڈوبی ہوئی بھارتی عوام کا پیٹ نہیں بھرا جاسکتا۔انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں مقبوضہ جموں و کشمیر میں بھارتی جنگی جرائم کو دستاویزی شکل دے چکی ہیں۔کیونکہ مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارتی جنگی جرائم عالمی برادری کیلئے چیلنج ہیں۔عالمی طاقتوں کو اپنے دوغلے پن سے باز آ کر بھارت کو مقبوضہ جموں وکشمیر میں جنگی جرائم کے ارتکاب سے روکنا چاہیے جبکہ اقوام متحدہ کو مقبوضہ جموں وکشمیر میں بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر بھارت پر اسی طرح پابندیاں عائد کرنی چاہیں، جس طرح کمزور بالخصوص مسلمان ممالک کے خلاف عائد کی جاتی ہیں۔عالمی برادری پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ بھارت کو مقبوضہ جموں وکشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کرانے اور متنازعہ خطے میں بھارتی فوجیوں کی طرف سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو روکنے پر مجبور کرے۔واضح رہے کہ 5 اگست 2019 میں مودی کی زیر قیادت ہندوتوا بھارتی حکومت نے مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر کے اسے دو علاقوں جموں وکشمیر اور لداخ میں تقسیم اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں ضم کرنے کا اعلان کیا ہے۔کنٹرول لائن کی دونوں جانب اور دنیا بھر میں مقیم کشمیریوں کی جانب سے 05 اگست کو یوم سیاہ منانا دنیا کیساتھ ساتھ بھارت کیلئے پیغام ہے کہ کشمیری عوام مقبوضہ جموں وکشمیر پر بھارت کے غیر قانونی، ناجائز اور غاصبانہ قبضے کو قبول اور تسلیم نہیں کرتے۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم پورے علاقائی امن وسلامتی اور استحکام کیلئے سنگین خطرہ ہیں لہٰذا بھارتی منصوبوں اور عزائم کو روکنے کیلئے میڈیا کیساتھ وابستہ افراد کو بھرپور کردار ادا کر کے پوری دنیا کے سامنے بھارت کو بے نقاب کرنا چاہیے۔میڈیا جو کہ ایک اہم محاذ اور ہتھیار ہے ایمانداری اور مستقل مزاجی سے اس محاذ پر بھارتی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو ناکام بنانا ہوگا۔بھارت نے 05 اگست 2019 کے بعد مقبوضہ جموں وکشمیر میں میڈیا کی آزادی نہ صرف سلب کی بلکہ متعدد صحافیوں کو سچ لکھنے کی پاداش میں گرفتار بھی کیا ہے۔ایسے میں پاکستان وآزاد کشمیر اور پوری دنیا میں میڈیا کیساتھ وابستہ افراد پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مقبوضہ جموں وکشمیر کی موجودہ سنگین صورتحال کو اس کے صحیح اور تاریخی تناظر میں اجاگر کریں۔بھارت نہ صرف مقبوضہ جموں وکشمیر کی صورتحال سے متعلق من گھڑت اور بے بنیاد پروپیگنڈا کرتا ہے بلکہ اس کا اس حوالے سے بیانیہ بھی ایک جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہے۔اس کے مقابلے میں کشمیری عوام کی عظیم اور لازوال قربانیاں ہیں اور ان قربانیوں سے عالمی برادری کو روشناس کرانا ضروری ہے، جو بحیثیت مجموعی ہر کشمیری پر فرض اور قرض ہے۔بھارت نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں کئی دہائیوں سے ظلم وجبر کی داستانیں رقم کی ہیں، تحریک آزادی کشمیر میں 1989 سے لیکر اب تک ایک لاکھ سے زائد افراد اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں جبکہ 1947 سے کل ملا کر سوا پانچ لاکھ کشمیری بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خاتمے کیلئے مرتبہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں، اس مقدس خون کی حفاظت اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے، جو ہر حال میں نبھائی جانی چاہیے۔کیونکہ تاریخ کے درست سمت میں کھڑا رہنا ہر ذی حس پر لازم ہے۔

زندہ ہے زندہ ہے۔۔۔ یاسین شہید زندہ ہے!!

بشیر کرمانی

کشمیر کی معاصر تاریخ ایسی شخصیات سے بھری پڑی ہے جن کی زندگیاں سیاسی کشمکش، مسلح تصادم، طویل اسیری اور غیر یقینی حالات کے درمیان گزریں۔ ان شخصیات کے بارے میں رائے ہمیشہ مختلف رہی ہے۔ بعض حلقے انہیں مزاحمت کی علامت قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے انہیں مسلح تنازع کا حصہ سمجھتے ہیں۔ محمد یاسین یتو، جو بعد میں "محمود غزنوی" کے نام سے معروف ہوئے، بھی انہی تاریخی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی مسلسل جدوجہد، کئی مرتبہ گرفتاریوں، طویل قید اور بالآخر 2017ء میں ایک مسلح تصادم میں شہادت پر منتج

طویل اسیری کے دوران انہوں نے دیگر قیدیوں کو قرآن اور دینی تعلیم دینے میں وقت صرف کیا۔ وہ نسبتاً خاموش مزاج تھے اور مشکل حالات میں بھی حوصلہ قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ 2015ء میں رہائی کے بعد وہ ایک ایسے کشمیر میں واپس آئے جو 1990ء کی دہائی کے مقابلے میں خاصا مختلف ہو چکا تھا۔ نوجوان نسل میں نئی سیاسی اور سماجی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں اور سوشل میڈیا بھی ایک مؤثر ذریعہ بن چکا تھا۔ اسی عرصے میں برہان مظفر وانی کی مقبولیت میں اضافہ ہوا، جس نے نوجوانوں کے ایک طبقے پر نمایاں اثر ڈالا۔

ہوئی۔ محمد یاسین یتو ضلع بڈگام کے علاقے ناگام، چاڈورہ میں ایک مذہبی اور روایتی کشمیری خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حبیب اللہ یتو اپنے علاقے میں نیک نام اور دین دار شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ محمد یاسین نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں کے اسکول سے حاصل کی، بعدازاں ہائی اسکول اور ہائر سیکنڈری کی تعلیم مکمل کی۔ وہ تعلیم میں ذہین طالب علم سمجھے جاتے تھے اور انہوں نے سرینگر کے ایس پی کالج سے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم کے دوران ہی کشمیر کے بدلتے ہوئے سیاسی اور سماجی حالات نے ان کی سوچ پر گہرا اثر ڈالا۔ 1990ء کی دہائی کشمیر میں مسلح جدوجہد، بڑے پیمانے پر فوجی کارروائیوں، گرفتاریاں، ہڑتالوں اور سیاسی بے چینی کا زمانہ تھا۔ اسی ماحول میں انہوں نے 1996ء کے

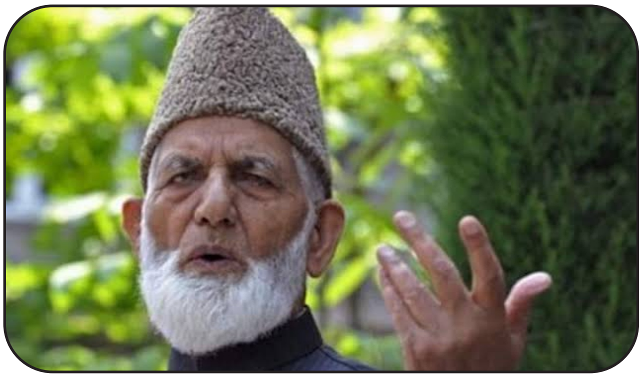

قریب حزب المجاہدین سے وابستگی اختیار کی اور عسکری تربیت حاصل کی۔ تربیتی مرحلے کے دوران ان کی دینی دلچسپی اور قرآن سے شغف کے باعث انہیں ایک کیمپ میں قرآن کی تعلیم دینے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ تربیت مکمل ہونے کے بعد وہ واپس کشمیر آئے اور مختلف علاقوں میں سرگرم رہے۔ چند ماہ بعد ضلع بانڈی پورہ میں گرفتار کر لیے گئے اور تقریباً ایک سال تک حراست میں رہے۔ رہائی کے بعد انہوں نے معمول کی زندگی اختیار کرنے کی کوشش کی اور چاڈورہ میں ایک کوچنگ سینٹر قائم کیا، جہاں نوجوانوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ تاہم یہ مرحلہ زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا اور وہ دوبارہ زیرِ زمین چلے گئے۔ 2002ء میں وہ دوبارہ گرفتار ہوئے۔ قید اور تفتیش کے مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد رہائی ملی، لیکن کچھ عرصے بعد

ایک مرتبہ پھر انہیں حراست میں لے لیا گیا۔ اس بار ان کی قید کا دورانیہ تقریباً دس برس پر محیط رہا۔ اس عرصے میں انہیں مختلف جیلوں، جن میں کوٹ بلوال اور سینٹرل جیل سرینگر بھی شامل تھیں، منتقل کیا جاتا رہا۔

طویل اسیری کے دوران انہوں نے دیگر قیدیوں کو قرآن اور دینی تعلیم دینے میں وقت صرف کیا۔ وہ نسبتاً خاموش مزاج تھے اور مشکل حالات میں بھی حوصلہ قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ 2015ء میں رہائی کے بعد وہ ایک ایسے کشمیر میں واپس آئے جو 1990ء کی دہائی کے مقابلے میں خاصا مختلف ہو چکا تھا۔ نوجوان نسل میں نئی سیاسی اور سماجی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں اور سوشل میڈیا بھی ایک مؤثر ذریعہ بن چکا تھا۔ اسی عرصے میں برہان مظفر وانی کی مقبولیت میں اضافہ ہوا، جس نے نوجوانوں کے ایک طبقے پر نمایاں اثر ڈالا۔

محمد یاسین نے رہائی کے بعد دوبارہ حزب المجاہدین سے وابستگی اختیار کی۔ انہیں وسطی کشمیر کی ذمہ داریاں سونپی گئیں، جہاں وہ تنظیمی رابطوں اور انتظامی امور میں مصروف رہے۔ وہ نئے شامل ہونے والے افراد کی تنظیمی اور عملی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ اسی دوران ان کے اہل خانہ کو بھی مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ متعدد مرتبہ بھارتی فورسز کی کارروائیوں، تلاشیوں اور پوچھ گچھ کے خوفناک طریقے استعمال کر کے ان کے خاندان کی زندگی کو اجیرن بنا دیا گیا۔ 8 جولائی 2016ء کو برہان وانی کی شہادت کے بعد کشمیر کی صورت حال

ایک نئے مرحلے میں داخل ہوئی۔ اس واقعے کے بعد بڑے پیمانے پر احتجاج، ہڑتالیں اور جھڑپیں ہوئیں۔ اسی عرصے میں

محمد یاسین یتو کو تنظیم کے اہم عسکری رہنماؤں میں شمار کیا جانے لگا اور وہ "محمود غزنوی" کے نام سے زیادہ معروف ہوئے۔ تنظیمی سطح پر ان کے ذمے مختلف ذمہ داریاں آئیں اور انہیں حزب

المجاہدین کے آپریشنل ڈھانچے میں نمایاں مقام حاصل ہوا۔ بھارتی سکیورٹی اداروں نے بھی انہیں مطلوب افراد کی فہرست میں شامل رکھا۔ 12 اگست 2017ء کو ضلع شوپیاں کے علاقے آونیورہ میں ایک کارروائی کے دوران بھارتی فورسز نے ایک مکان کا محاصرہ کیا جہاں ان کے موجود ہونے کی اطلاع تھی۔ کارروائی کئی گھنٹوں تک جاری رہی۔ دونوں جانب سے فائرنگ ہوئی اور بالآخر مکان کو شدید نقصان پہنچا۔ 13 اگست کو

کارروائی کے اختتام پر محمد یاسین یتو سمیت کئی افراد شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس تصادم کے دوران آس پاس کے علاقوں میں سخت احتجاج بھی ہوا۔ احتجاج کو سختی سے دبانے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجے میں کئی افراد شدید زخمی ہوئے۔ ان کی میت جب آبائی علاقے ناگام پہنچائی گئی تو بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوئے۔ جنازے میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ ان کے والد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس موقع پر لوگوں کی بڑی تعداد نے ان کے اہل خانہ سے تعزیت کی اور انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ سید علی گیلانی ؒ اور سید صلاح الدین احمد نے ان کی شہادت کو تحریک آزادی کیلئے ایک عظیم نقصان قرار دیا اور شہید کو زبردست خراج عقیدت ادا کیا۔ محمد یاسین یتو کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ان کی طویل اسیری بھی ہے۔ تقریباً ایک دہائی سے زائد عرصہ جیلوں میں گزارنے کے باوجود وہ کشمیر کی سیاست اور مسلح تنازع کے مباحث میں زیرِ بحث رہے۔ وہ ثابت قدم اور بااصول مجاہد تھے اور انہوں نے قائدانہ صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

ان کی شہادت پر پوری ریاست میں احتجاج، ہڑتالیں کئی روز تک جاری رہیں۔ اس واقعے نے ایک مرتبہ پھر اس حقیقت کو نمایاں کیا کہ کشمیر کا مسئلہ صرف ایک سکیورٹی چیلنج نہیں بلکہ ایک پیچیدہ سیاسی اور انسانی مسئلہ بھی ہے، جس کے مختلف پہلو دہائیوں سے زیرِ بحث ہیں۔ محمد یاسین یتو کی زندگی اس نسل کی نمائندگی کرتی ہے جس نے مسلسل بے یقینی، تشدد، گرفتاریوں، خوف اور سیاسی کشمکش کے ماحول میں زندگی گزاری۔ تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ طویل تنازعات میں شامل شخصیات کو مختلف معاشرے مختلف انداز میں یاد رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی، قید، رہائی، دوبارہ سرگرمیوں میں شمولیت اور بالآخر 2017ء میں شہادت، کشمیر کے اس طویل اور پیچیدہ باب کا حصہ ہیں جس کے اثرات آج بھی محسوس کیے جاتے ہیں۔ اس داستان کا سب سے اہم سبق شاید یہی ہے کہ کشمیر جیسے دیرینہ تنازع نے ہزاروں خاندانوں کو متاثر کیا، بے شمار زندگیاں بدل دیں اور کئی نسلوں کو عدم استحکام کے ماحول میں پروان چڑھنے پر مجبور کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ قربانیاں ضائع نہیں ہوتیں۔ محمد یاسین یتو کی قربانی بھی ضائع نہیں ہوگی۔ شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا۔ مسئلہ کشمیر کو کشمیریوں کی رائے کے عین مطابق حل کرنا ضروری ہے۔ تاخیر کرنا اس پورے خطے کیلئے انتہائی خوفناک ہوگا۔

سانحہ ارتحال پر تعزیتی ریفرنس

ماہنامہ کشمیر الیوم کے دفتر میں ایک تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں ادارے کے چیف ایڈیٹر، ایڈیٹر اور دیگر عملے کے ارکان نے شرکت کی۔ اس موقع پر بیس کیمپ میں وفات پانے والے تحریک آزادی کشمیر سے وابستہ دو ممتاز حریت پسند مہاجرین، پونچھ سے تعلق رکھنے والے عبد الماجد اور خمریال لولاب کے کوثر جاوید کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ مقررین نے کہا کہ دونوں مرحومین نے ہجرت کی کٹھن صعوبتیں اور بے شمار مشکلات خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ وہ اپنے نظریے اور مقصد حیات پر آخری سانس تک ثابت قدم رہے اور استقامت، عزم اور وفاداری کی ایک روشن مثال بن کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ تعزیتی ریفرنس میں کشمیر انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل ریلیشنز (KIIR) کے ڈائریکٹر الطاف حسین وانی کے والد، معروف صحافی مقصود منتظر کے والد اور معروف صحافی خالد شبیر کے والد کے انتقال پر بھی گہرے رنج وغم اور افسوس کا اظہار کیا گیا۔ مقررین نے کہا کہ تینوں بزرگ اپنے بچوں سے دور، مقبوضہ وادی میں رہتے ہوئے زندگی بھر نامساعد حالات کا صبر و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے اور اسی عزم و حوصلے کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ شرکاء نے مرحومین کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو یہ صدمہ صبر و حوصلے کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تقریب کے اختتام پر شہداء کشمیر کے ایصال ثواب کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔

اقوام متحدہ کی ذمہ داری اور عالمی قوانین

محمد احسان مہر

اقوام متحدہ کی موجودگی میں ؛ عالمی طاقتیں ؛ جس طرح عالمی قوانین کا مذاق اُڑا کر انہیں روندتے ہوئے علاقائی تنازعات کو عالمی جنگوں کی شکل دے رہی ہیں، اور دنیا کے مختلف خطے تباہی و بربادی کا جو منظر دیکھ رہے ہیں، ایسے میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل فقط (جنگوں کی ممکنہ تباہ کاریوں کے خطے اور عالمی سطح پر اثرات کے متعلق) خدشات کا اظہار کر کے کیا عالمی برادری کے سامنے اپنی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں۔۔۔؟ تقریباً 80 سال قبل عالمی برادری نے جنگوں کے خاتمے، تنازعات کے پُرامن حل ،انسانیت کو تباہی و بربادی سے بچانے اور انسانیت کو امن وخوشحالی کی بنیاد فراہم کرنے کیلئے جب اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی تو اُس کے پیچھے کیا جذبہ تھا۔۔؟ کیا عالمی برادری آج اس جذبے سے محروم ہے۔۔۔ یا مفادات کا شکار۔۔۔؟ حقیقت سب کے سامنے ہے۔

آج دنیا فلسطین اور مقبوضہ ریاست جموں وکشمیر میں مسلمانوں پر ظلم وستم ،ان کی نسل کشی اور تباہی و بربادی کے مناظر کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے لیکن عالمی برادری خاموش اور اقوام متحدہ بے حس و بے ضمیر نظر آتی ہے۔ اب یوکرین اور مشرق وُسطیٰ بھی تباہی و بربادی کا منظر پیش کر رہے ہیں ،مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کی شرارت اور امریکی اناء کی وجہ سے دنیا ایک نئے بحران کی طرف بڑھ رہی ہے، سوال یہ ہے کہ امریکہ طاقت کے بل بوتے پر عالمی قوانین کو روندتے ہوئے اور اقوام متحدہ کے اختیار پامال کر کے مشرق وسطیٰ کے ممالک کو تباہی و بربادی کی جانب کیوں دھکیل رہا ہے۔۔؟ امریکہ خطے میں اپنے مفادات کی سیکیورٹی کو بنیاد بنا کر خطے کے امن واستحکام کو بحران کی طرف دھکیل کر بین الا اقوامی قوانین اور عالمی امن کے ساتھ کھیل رہا ہے، اگر امریکہ کو حقیقت میں ایران سے کچھ خدشات تھے تو وہ اقوام متحدہ سے رجوع کرتا، ڈونلڈ ٹرمپ کے بلا جواز ،اشتعال انگیز اقدامات امریکی ساکھ کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کی ساکھ بھی خراب کر رہے ہیں، اور دوسری جانب دہائیوں سے فلسطینی اور کشمیری مسلمانوں پر قابض قوتوں کے جاری مظالم عالمی قوانین اور اقوام متحدہ کی ذمہ داری پر سوال اٹھا رہے ہیں، عالمی سطح پر فلسطین اور کشمیر جیسے ؛حل طلب دیرینہ مسائل ؛حل نہ کرنے اور دنیا کے مختلف ممالک میں طویل جنگوں اور ان جنگوں کے پیچھے امریکی مفادات کا کھیل عالمی برادری دہائیوں سے دیکھ رہی ہے ایران کی آبنائے ہُرمُز بند کرنے کے جواب میں امریکہ کی ایران کی ناکہ بندی عالمی قوانین کا مذاق ہے ، مفروضوں ،الزامات اور نام نہاد تحفظات کو بنیاد بنا کر اسرائیل، امریکہ کی ایران پر چڑھائی جھوٹی اناء اور علاقائی بالادستی کی بھونڈی کوشش ہے، ایران ملکی آزادی وخودمختاری اور دفاع کی خاطر اقدامات اُٹھا رہا ہے، جبکہ امریکی اقدام جارحانہ اور اشتعال انگیزی کے سوا کچھ نہیں، امریکہ کی ایران پر مسلط کردہ یہ لاحاصل جنگ خطے میں تباہی و بربادی اور امریکی تسلط کے خاتمے کا باعث بنے گی، امریکی بمباری کے نتیجے میں تباہی و بربادی کے باوجود ایران اٹھ کھڑا ہو گا لیکن امریکہ زوال کی تہوں میں دھنس جائے گا، مشرق وسطیٰ میں امن واستحکام کیلئے ؛اسرائیل کو لگام؛ اور آزاد فلسطینی ریاست کا قیام ناگزیر ہے، اقوام متحدہ اور عالمی برادری ایران، امریکہ جنگ سے پہلے غزہ میں اسرائیل کی سفاکیت، بربریت اور ریاستی دہشت گردی دیکھ چکی ہے۔ جنوبی ایشاء میں ریاست جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے کا غیر آئینی اور غیر قانونی بھارتی اقدام پر عالمی برادری اور اقوام متحدہ کی طویل اور پُراسرار خاموشی بھی معنی خیز ہے، بھارت نے اقوام متحدہ میں کشمیریوں کو حق خودارادیت کا موقع دینے کے وعدے کی پاسداری کرنے کی بجائے کشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کر کے کشمیریوں اور پاکستان کو دھوکا دے کر اقوام متحدہ اور عالمی قوانین کا مذاق اُڑایا ہے، پاکستان کا معرکہ حق کے دوران کشمیر میں بھارتی فوجی قیادت کو وارننگ دے کر چھوڑ دینا کشمیریوں کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے، ایسے موقع پر ملک توڑنے کے مجرم، لاکھوں کشمیریوں اور مسلمانوں کے قاتلوں کو کشمیر سے کھدیڑ کر باہر کرنے کی ضرورت تھی، بحرحال مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، قوموں کی زندگی میں بار، بار ایسے موقعے آتے ہیں بس ذرا سنبھل کر چلنے کی ضرورت ہے، کشمیری قوم کی ثابت قدمی ہی عالمی برادری اور اقوام متحدہ کے مُنصفانہ کردار کی ضمانت ہے، یقین رکھنا چاہئے کہ پاکستان عالمی برادری کو ساتھ لے کر عالمی قوانین کی پاسداری اور اقوام متحدہ کے ذمہ دارانہ کردار کو نبھانے کیلئے اپنی مخلصانہ کوششیں جاری رکھے گا، اور ان شاء اللہ وہ دن جلد اور ضرور آئے گا جب بھارت جنت نظیر (خطہ کشمیر) سے رُسوا ہو کر نکلے گا، اور اس وقت تک بھارت بھی ہندوتواء کے پیروکاروں کیلئے جہنم بن چکا ہوگا۔

کوثر اقبال المعروف اے ڈی باوفادوست تھے

عادل ترابی

گزشتہ اتوار 12 جولائی کو ہم صبح 10 بجے ٹیکسیلا پہنچے اور مہاجرین/مجاہدین مقبوضہ جموں وکشمیر کے ماہانہ اجتماع میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔مہاجرین کے اس اجتماع میں کم وبیش تیس چالیس ساتھی شریک ہوئے۔درس قرآن کی بابرکت نشست منعقد ہوئی۔ اجتماع کے اختتام پر ساتھیوں نے بھرپور محبت کا اظہار کیا اور باری باری گلے ملتے رہے،آخر پرایک لمبے قد کے کڑیل جوان مسکراتے چہرے کے ساتھ آگے بڑے اور محبت سے لبریز شکایتی انداز میں گویا ہوئے کہ” عادل بھائی آپ تو اب مجھے شاید پہچانتے بھی نہیں ہیں!” ہم نے فوراً بھرپور اپنایت اور محبت کیساتھ جواب دیا کہ ”اے ڈی” کوثر اقبال کو کیسے کوئی بھول سکتا ہے۔گزشتہ کل ہفتہ کو نمازظہر کی ادائیگی کے بعد محترم طاہر اعجاز بھائی نے مسجد میں جب یہ دلدوز خبر سنائی کہ اے ڈی (کوثر اقبال) ہارٹ اٹیک کی وجہ سے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔اس کے بعد سب سننے والوں پر سکتہ طاری ہوگیا اور کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کہیں تو کیا کہیں!بس ایک ایسی خاموشی چھاگئی جو چیخ چیخ کر یہ بتا رہی تھی کہ کوئی خاص دوست رخصت ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہوگیا ہے جس کے جانے پر سب دل رنجیدہ اور ہر آنکھ نمناک تھی۔ پہلی بار ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اے ڈی بھائی کے جانے سے دنیا کی ناپائیداری دل میں گھر کر گئی اور سارے مشاغل اور دلچسپیوں کا قبلہ ہی تبدیل ہو کر رہ گئی بے شک اے ڈی سے ہمارا قریبی اور دوستانہ تعلق تھا،وہ انتہائی بااخلاق،ہنس مکھ اور باوفا دوست تھے۔وہ جہاں گئے اور جس جگہ بھی رہے انہوں نے اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو صرف گفتار سے نہیں بلکہ عمل سے صبر وثبات کے معنی سمجھائے۔موت برحق ہے یقینی ہے زندگی کا حاصل ہے لیکن جب کوئی دوست اس طرح چلا جاتا ہے تو بہت وسوسے اور خوف دامن گیر ہوتا ہے کہ پتہ نہیں کیا ہوا ہوگا۔کون سا غم اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ گیا ہوگا۔کن کن مجبوریوں اور محرومیوں نے دل کی دھڑکن کو روک دیا ہوگا۔پتہ نہیں کتنے غم تھے جو دل کے تہہ خانوں میں ڈھیرے ڈال کر اسے اندر ہی اندر کھوکھلے کر چکے تھے۔مجھے بس ڈر اور خوف اس بات کا ہے کہ اگر میرے یہ سارے وسوسے حقیقت ہوئے تو میں کل اللہ کی بارگاہ میں پیش کیسے ہوں گا۔میرے پاس اس بے بسی کا کیا جواب ہوگا اور میں ان مجبوریوں اور محرومیوں کو کیسے جسٹیفائی کروں گا۔ابھی تو ماجد بھائی کا زخم بالکل تازہ تھا جو اپنے بچوں کی حلال روزی روٹی کے لئے بجلی کی تاروں سے لڑتے ہوئے اپنے رب کے حضور

پیش ہوئے تھے۔اے ڈی تمہیں اتنی جلدی نہیں جانا چاہیے تھا۔کوئی مسئلہ یا پریشانی تھی تو بتا دینی چاہیے تھی۔ہم کچھ بھی کر کے آپ کی پریشانی کا ازالہ کرتے۔مگر یہ کیا بات ہوئی کہ آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہی دور ہو گئے۔اللہ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمارے سارے وسوسوں کو بے بنیاد اور بے وقعت فرمائے۔آمین

عبدالماجد۔بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی

اویس بلال

پوری بستی آج مقبوضہ جموں وکشمیر،ضلع پونچھ کے رہائشی عبدالماجد صاحب کی اچانک رحلت کی خبر سن کر سکتے کے عالم میں ڈوبی ہوئی ہے۔جس جس شخص، ماں، بہن، بزرگ، نوجوان اور بچے نے یہ خبر سنی کہ ماجد بھائی بجلی کے کام کے دوران انتقال کر گئے ہیں، اس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ہر طرف غم کی فضا طاری ہے اور لوگ ابھی تک اس خبر پر یقین نہیں کر پا رہے۔نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد اور ان کے جذبات نے واضح کر دیا کہ مرحوم لوگوں کے دلوں میں کس قدر محبت اور عزت رکھتے تھے۔شدید گرمی کے باوجود سینکڑوں افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔اسلام آباد میں دو مرتبہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ گاہ لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور ہر آنکھ اشکبار نظر آ رہی تھی۔ نائب امیر حزب المجاہدین تاج علی شاہ صاحب نے قرآن وسنت کی روشنی میں ہجرت، صبر، قربانی اور مجاہد وشہید کے مقام پر روشنی ڈالی۔انہوں نے کہا کہ ہجرت کی زندگی آسان نہیں ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک صبر اور استقامت کی بڑی فضیلت ہے۔انہوں نے مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ لوگوں کے کام آنا، تکلیف میں ساتھ دینا اور اخلاص کے ساتھ زندگی گزارنا ایک عظیم نعمت ہے۔عبدالماجد مرحوم پیشے کے اعتبار سے الیکٹریشن تھے اور رزقِ حلال کمانے کے لیے دن رات محنت کرتے تھے۔وہ صبح سویرے گھر سے نکلتے اور شام تک مختلف مقامات پر بجلی کے کام انجام دیتے۔سخت گرمی ہو یا شدید سردی، انہوں نے کبھی محنت سے جی نہیں چرایا۔مرحوم کو اپنے آبائی علاقے اور اپنے لوگوں سے بے پناہ محبت تھی۔وہ اپنے وطن اور وہاں بسنے والے لوگوں کے حالات سے ہمیشہ باخبر رہتے تھے۔ہجرت کی زندگی نے انہیں بے شمار مشکلات سے دوچار کیا، لیکن انہوں نے کبھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔اپنے خاندان کی کفالت، بچوں کی پرورش اور زندگی کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے مسلسل محنت کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کی خدمت کی، ان کے کام آئے اور اپنے حسنِ اخلاق سے دل جیتے۔ان کی یاد میں یہ اشعار بے اختیار زبان پر آتے ہیں:

لوگ اچھے ہوں تو مر کر بھی کہاں مرتے ہیں
دل کے گوشوں میں وہ زندہ ہی رہا کرتے ہیں
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ان کی مسکراہٹ، ان کا اخلاص، ان کی محنت، ان کی خدمت، ان کی محبت اور ان کا حسنِ اخلاق ہمیشہ ان کے جاننے والوں کے دلوں میں زندہ رہے گا۔اللہ تعالیٰ مرحوم عبدالماجد کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائے، ان کے درجات بلند فرمائے، انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔آمین۔

جواب حاضر ہے!!!

مفتی خالد عمران خالد

مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا

سوال: مسجد کی تعمیر میں مال لگانے سے کتنا ثواب ملتا ہے؟

جواب: مسجد کی تعمیر نہایت ہی فضیلت والا عمل ہے، اور اس کے ثواب کی کوئی حد نہیں، جتنا اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا، مسجد کی تعمیر کے بارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ ” جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا“، اور دوسری روایت میں ہے، کہ ” جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا“، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ” جس شخص نے پرندے کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی مسجد اللہ کے لیے بنوائی، تو اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔“

مسجد کے مصارف کے لئے خرچ کرنا بھی صدقہ ہے

سوال: اگر ہر جمعرات کو مسجد میں پیسے دیئے جائیں تو کیا یہ صدقہ ہے؟ صدقہ تو ان کو دیا جاتا ہے جو کہ غریب ہوں، (میں تو لڑکی ہوں، مجھے غریب لوگوں کا معلوم نہیں، اور نہ میں گھر سے نکلتی ہوں، اس لئے مسجد میں دے دیتی ہوں) کیا یہ دُرست ہے اور اس کا ثواب ملے گا؟

جواب: جو چیز رضائے الٰہی کے لئے دی جائے وہ صدقہ ہے، اس لئے مسجد کے مصارف کے لئے خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، صدقہ کرنے کا کوئی خاص دن نہیں، خواہ پیر کے دن دے دیا، جمعرات کو یا کسی اور دن۔

سٹہ کی رقم مسجد میں لگانا

سوال: ایک صاحب نے مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے بیس ہزار روپیہ بطور عطیہ دیا ہے، جسے مسجد کمیٹی نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ عطیہ دینے والے شخص کا ذریعۂ معاش صرف اور صرف سٹے کے کاروبار پھر بھی مسجد انتظامیہ یہ ناجائز پیسہ لے کر مسجد کی تعمیر و مرمت میں لگا رہی ہے۔ ایسے پیسے سے تعمیر کی جانے والی مسجد میں نماز کی ادائیگی کی کیا شرعی حیثیت ہوگی؟

جواب: یہ شرعاً مسجد ہے اور نماز بھی اس میں جائز ہے، مگر جان بوجھ کر غلط رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنے والے لوگ گنہگار ہیں، ان کو توبہ کرنی چاہئے

مسجد کو بانی کے نام سے منسوب کرنا

سوال: مسجد کی تعمیر کے لئے اپنی زمین دی تھی، لوگ اس مسجد کو اس شخص کے نام سے پکارتے ہیں، اور باقاعدہ طور پر اس مسجد کو اس شخص کے نام سے موسوم کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی ان کے نام پر مسجد کا نام رکھنا چاہتے ہیں، جہاں تک میری عقل کا تعلق ہے میں نے آج تک یہ نہیں سنا کہ کوئی مسجد کسی کے نام سے موسوم کی گئی ہو، کیونکہ مسجد تو اللہ کا گھر ہے، کسی کی ملکیت نہیں، اب رہا اس شخص کا تعلق جس نے مسجد کی تعمیر کے لئے زمین دی تو اس کا اجر تو اللہ دے گا۔

جواب: مسجد کی نسبت کسی شخص کی طرف اس کے بانی کی حیثیت سے جائز ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جب بانی مرحوم نے خود اپنے نام کی نسبت پسند نہیں کی تو ان کے لواحقین کو بھی پسند نہیں کرنی چاہئے۔

طلاق کی وجہ سے حمل ساقط کرنا

سوال: کچھ عرصہ پہلے میری طلاق ہونے والی تھی، لیکن معلوم ہوا کہ میں حمل سے ہوں، میرے شوہر چوں کہ شراب نوشی کرتے ہیں، مار پیٹ بھی کرتے ہیں، جس کی وجہ سے میں ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور طلاق صرف حمل کی وجہ سے رکی ہوئی ہے، میڈیکلی طور پر حمل کے چھ ہفتے ہو چکے ہیں، میرا سوال یہ ہے کہ میں یہ حمل ساقط کر سکتی ہوں؟

جواب: واضح رہے کہ حمل کی مدت اگر چار ماہ سے زائد ہو چکی ہو، تو کسی صورت میں بھی حمل گرانا جائز نہیں ہے اور اگر چار ماہ سے کم ہے، تو بھی بغیر عذر کے حمل گرانا درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی عذر ہو جیسے کہ ماں کی صحت اس حمل کی مدت کو پورا کرنے کی متحمل نہ ہو، یا پہلے بچے کی پرورش میں اس کی وجہ سے خلل آ رہا ہو، یا یہ کہ پہلا بچہ دودھ پیتا ہو اور حمل کی وجہ سے ماں کا دودھ بند ہو گیا ہو اور بچے کا باپ اس کے لیے دودھ کا متبادل انتظام نہ کر سکتا ہو، تو ان صورتوں میں چار ماہ سے پہلے پہلے حمل گرانے کی گنجائش ہے، لیکن چار ماہ کے بعد حمل گرانے کی کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ چار ماہ بعد حمل میں روح پھونک دی جاتی ہے تو ایسی صورت میں اس کو گرانا کرنا قتل نفس کے حکم میں ہے، جو کہ ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا صرف طلاق اور رشتہ ختم کرنے کی غرض سے حمل گرانا گو کہ چار ماہ سے کم کا حمل ہو جائز نہیں۔

خنزیر کے اجزاء پر مشتمل دوائی کا استعمال

سوال: کیا کسی مریض کو خنزیر کی چربی سے بنی ہوئی دوا کے استعمال کرنا چاہیے جبکہ مریض اس دوائی کے بغیر صحت نہیں پا سکتا اب سوال یہ ہے کہ کیا بامر مجبوری اس گولی کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ کسی بھی حرام چیز کو بطورِ دوا استعمال کرنا بھی حرام ہے، الا یہ کہ مسلمان ماہر دین دار طبیب یہ کہہ دے کہ اس بیماری کا علاج کسی بھی حلال چیز سے ممکن نہیں ہے اور یہ غالب گمان ہو جائے کہ شفا حرام چیز میں ہی منحصر ہے، اور کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو مجبوراً بطورِ دوا و علاج بقدرِ ضرورت حرام اشیاء کے استعمال کی گنجائش ہوتی ہے ورنہ نہیں

نمازی کے آگے سے گزرنا

سوال: کیا نمازی کے آگے گذرنا جائز ہے

جواب: نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ اور شرعاً ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کے لیے چالیس (دن، ماہ یا سال) تک کھڑا رہنا اس سے بہتر ہوتا کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔ بغیر (آڑ) کے نمازی کے سامنے سے گزرنا مکروہِ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے۔ نماز باطل نہیں ہوتی لیکن ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے۔

سوال: کتنے فاصلے سے گزر سکتے ہیں

جواب: کھلے میدان یا بڑی مسجد میں نمازی کے آگے سے اتنا فاصلہ چھوڑ کر گزرنا جائز ہے کہ سجدے کی جگہ اور گزرنے والے کے درمیان کم از کم تین صفوں کی جگہ بنتی ہو۔ چھوٹی مسجد یا گھر میں آڑ لئے بغیر دیوارِ قبلہ تک کسی بھی جگہ سے گزرنا منع ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ سامنے کوئی چیز (جیسے ستون، چھڑی یا جائے نماز کا کنارہ) بطور سُترہ یعنی آڑ رکھ لے۔ اگر نمازی نے سُترہ رکھا ہے، تو گزرنے والے کو سُترہ کے باہر سے گزرنا چاہیے۔

ضلع پلوامہ کے علاقے میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان جھڑپ۔۔۔کمانڈر رضا کر گنائی شہادت کے مرتبے پر فائز، متعدد بھارتی فوجی اہلکار ہلاک وزخمی

مقبوضہ کشمیر مختلف علاقوں میں بھارتی فوج اور (این آئی اے) کی مل کر ظالمانہ کارروائیاں۔۔۔30 مکانات مسمار، درجنوں جائیدادیں ضبط، درجنوں گرفتار

ہمایوں قیصر

16 جون 2026۔۔۔ضلع راجوری میں سرحد کے نزدیک نوشہرہ سیکٹر کے علاقے کلال میں بھارتی فوج کے گشت کے دوران ایک بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک (جے سی او) سمیت چار بھارتی فوجی زخمی ہو گئے۔بھارتی فوج نے این آئی اے کے ہمراہ ایک چھاپے کے دوران ضلع سرینگر کی نندریشی کالونی سے تعلق رکھنے والے سکندر فردوس کا تین منزلہ رہائشی

مکان ضبط کرلیا۔اسی طرح کی ایک اور کارروائی میں ضلع کے علاقے کرالہ کھڈ میں غلام حسن بٹ کا ایک منزلہ مکان بھی ضبط کر لیا گیا۔

17 جون 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے "نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی" نے ضلع بارہمولہ کے گاؤں کانس پورہ میں شاہین احمد لون کی 7 مرلے سے زائد اراضی غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے کالے قانون "یو اے پی اے" کے تحت ضبط کی گئی۔"این آئی اے" نے شاہین احمد لون کو پہلے ہی ایک جھوٹے مقدمے میں گرفتار کر رکھا ہے اور وہ اس وقت نئی دلی کی تہاڑ جیل میں بند ہیں۔مقبوضہ کشمیر کے جموں علاقے میں بھارتی حکام نے ظالمانہ کارروائی کرتے ہوئے انسداد تجاوزات کی آڑ میں 30 سے زائد تعمیرات کو مسمار کر کے لوگوں کو بے گھر کر دیا ہے۔بھارتی حکومت کشمیریوں کو معاشی طور پر مفلوک الحال اور انہیں اپنے ہی وطن میں اجنبی بنانے کی ایک منصوبہ بند سازش پر عمل پیرا ہے۔ضلع راجوری میں بھارتی فوج نے جو آپریشن 23 مئی کو شروع کیا ابھی تک جاری ہے۔بھارتی فوج کے اس آپریشن میں علاقے میں قائم بدنام زمانہ ملیشیا ویلج ڈیفنس گارڈز بھی حصہ لے رہے ہیں۔آپریشن میں ہیلی کاپٹر، ڈرونز، سراغ رساں کتے میں شامل ہیں۔بھارتی فوج کا دعویٰ ہے کہ وسیع جنگل میں متعدد عسکریت پسند موجود ہیں تاہم 26 روز گزرنے کے باوجود قابض فوج انکا سراغ لگانے میں ناکام دکھائی دے رہی ہے۔

18 جون 2026۔۔۔ضلع اسلام آباد کے علاقے بیج بہاڑہ میں بھارتی انتظامیہ نے پاور ڈیولپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک ملازم 51 سالہ محمد شفیع ملک کو آزادی پسند تنظیموں کے ساتھ روابط کے الزام میں برطرف کر دیا ہے۔ضلع پونچھ کے علاقے سرنکوٹ میں بھارتی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں ایک اہلکار نائیک بی ڈی کے راؤ ڈیوٹی کے دوران پراسرار حالات میں مردہ پایا گیا۔

19 جون 2026۔۔۔بھارتی پولیس نے ضلع کشتواڑ کے علاقے دچھن میں محاصرے اور تلاشی کی کارروائی کے دوران محکمہ جنگلات کے ایک ملازم سمیت دو افراد کو گرفتار کرلیا۔ان کی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کے لیے ان پر مقامی آزادی پسند کارکنوں کا ساتھ دینے اور انہیں سہولیات فراہم کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔جبکہ بھارتی فوج نے ضلع شوپیاں کے علاقے پڑسو میں تلاشی آپریشن کے دوران مزید تین افراد کو حراست میں لیا۔فوج نے انکے قبضے سے دھماکہ خیز مواد برآمد کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

21 جون 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی پولیس نے انسداد منشیات کی آڑ میں جموں کے تریکوٹہ نگر کی کچی آبادی مراٹھا محلے میں محاصرے اور تلاشی کی ایک بڑی کارروائی کرتے ہوئے 9 افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔حکام نے بتایا کہ پولیس ٹیموں نے علاقے میں 200 سے زیادہ گھروں کی تلاشی لی اور سامان کی توڑ پھوڑ کی۔

22 جون 2026۔۔۔ضلع جموں کے مضافات میں واقع نگروٹا کیمپ میں میں بھارتی فوج کے ایک لانس نائیک ابھیجیت نندن نے اپنے کمرے میں پھندہ لگا کر خودکشی کر لی۔کشمیر کے ضلع کولگام میں بھارتی فوج کی ایک گاڑی نے ایک بزرگ کشمیری شہری کو ٹکر مار کر شہید کر دیا۔55 سالہ گل محمد کو ضلع کولگام کے علاقے قاضی گنڈ میں بھارتی فوج کی گاڑی نے دانستہ طور پر ٹکر ماری، جس کے نتیجے میں وہ موقعہ پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ضلع شوپیاں کے ملحقہ علاقوں میں درجنوں باغ مالکان کو بے دخلی کے نوٹس بھیجے گئے ہیں جس میں انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے خاندانوں کی کئی دہائیوں سے زیر کاشت زمین خالی کر دیں۔نوٹسز سے تقریباً 70 خاندان متاثر ہو رہے ہیں جن کا واحد

ذریعہ معاش باغبانی ہے۔متاثرین نے اس تباہی کے عمل کو کشمیریوں کی روزی روٹی پر ہندوتوا قوتوں کا براہ راست حملہ اور باغبانی کے شعبے کے لئے ایک بڑا دھچکا قرار دیا ہے جس سے ہزاروں خاندانوں کا واحد ذریعہ معاش بھی ختم ہوجائے گا۔

24 جون 2026۔۔۔ضلع کولگام میں کے علاقوں یاری پورہ، پیہی باغ اور فریسال سمیت 200 سے زائد مقامات جماعت اسلامی کے ارکان کے خلاف بڑے پیمانے پر چھاپوں کے دوران بھارتی فوج نے کالے قانون کے تحت چند کارکنوں کو گرفتار کیا، مکینوں کو سخت ہراساں کیا اور موبائل فون، لیپ ٹاپ، دینی کتب اور جائیدادوں کی دستاویزات کے علاوہ گھروں میں موجود رقوم کو بھی قبضے میں لے لیں۔ضلع گاندربل کے علاقے میں پولیس نے پن بجلی کی ایک نہر سے ایک شخص غلام محی الدین ساکن پوشکر گنگن کی لاش برآمد کرلی ہے۔

25 جون 2026۔۔۔ضلع کشتواڑ میں ایک ظالمانہ کارروائی کے دوران بھارتی فوج کے 30 سے 40 اہلکاروں نے پولیس اسٹیشن اتھولی میں داخل ہوکر دھاوا بولا، توڑ پھوڑ کی اور ایس ایچ او، ایس ڈی پی او اتھولی وجے کمار بھگت اور ایس پی او سریش کمار سمیت درجنوں اہلکاروں کو تشدد کا نشانہ بنا کر انہیں شدید زخمی کردیا۔سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی نے کالے قانون کے تحت ضلع بڈگام کے علاقے کنڈورہ، بیرواہ میں عمر احمد شیخ کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا اور مکان کے کاغذات، ایک موبائل فون، ایک کمپیوٹر اور کتابیں قبضے میں لے لیں۔ضلع اسلام آباد کے علاقے نوگام میں ایک مسجد کے امام گلزار احمد راتھر کے گھر پر کالے قانون "یو اے پی اے" کے تحت چھاپہ مارا گیا اور تلاشی لی گئی۔"سی آئی کے" اہلکاروں نے چھاپوں کے دوران مکانات اور دیگر جائیدادوں کی دستاویزات کے علاوہ کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، موبائل فون اور دیگر ڈیجیٹل آلات ضبط کرلیے۔دارالحکومت سری نگر میں بھارتی فوج کا ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر یتم لال امرناتھ یاترا کی ڈیوٹی کے دوران پُراسرار حالات میں ہلاک ہوگیا۔

27 جون 2026۔۔۔ضلع بارہمولہ کے علاقے سملی والی ڈھوک میں آشا پوسٹ کے قریب ایک پرانا گولہ اچانک پھٹنے سے ایک شہری زبیر احمد بجاد جاںبحق ہوگیا ہے۔کاونٹر انٹیلی جنس کشمیر نے وادی کشمیر میں سرینگر سمیت مختلف مقامات پر چھاپے مارے اور ریاض احمد بیگ ساکن دلال محلہ مہاراج گنج کے گھر سمیت درجنوں گھروں کی تلاشی کے دوران سامان کی توڑ پھوڑ کی۔

28 جون 2026۔۔۔ضلع ریاسی میں قریب ایک سڑک حادثے میں بھارتی فوج کی ایک گاڑی سڑک سے پھسل کر بے قابو ہونے کے بعد الٹ گئی جس میں سوار فوج کے 8 اہلکار زخمی ہو گئے۔ضلع رامبن میں قابض حکام نے ایک اور کشمیری محمد یونس ولد عبدالسلام کا دومنزلہ رہائشی مکان، 08 مرلہ زمین اور ایک موٹر سائیکل ضبط کرلیا۔جموں کے نواحی علاقے پلوورا فوجی ہیڈکوارٹر میں ایک خاتون کانسٹیبل بشنو پریا رائے اپنے کمرے میں مردہ پائی گئی ہے۔پولیس کو ان کی لاش چھت کے پنکھے سے لٹکی ہوئی ملی۔

بھارتی تحقیقاتی ادارے ایس آئی اے نے 36 سال پرانے ایک جھوٹے مقدمے جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ کے غیر قانونی طور پر نظربند چیئرمین محمد یاسین ملک اور چار دیگر افراد کے خلاف چارج شیٹ دائر کردی ہے۔ایس آئی اے نے کشمیری پنڈت نرس "سرلا بھٹ" کے اغوا اور قتل کے جھوٹے مقدمے میں 36 برس بعد یاسین ملک اور چار دیگر افراد کو ملزم قرار دیتے ہوئے انکے خلاف سرینگر کی خصوصی عدالت میں چارج شیٹ دائر کی۔

1 جولائی 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی ریلوے پولیس نے ہندوؤں کی سالانہ امرناتھ یاترا کے لئے حفاظتی انتظامات کی آڑ میں جموں خطے میں مزید 10 افراد کو حراست میں لیا ہے۔پولیس نے جموں ریلوے سٹیشن سے چھ جبکہ کٹھوعہ ریلوے سٹیشن سے چار افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔ریلوے پولیس نے گزشتہ تین دنوں کے دوران مختلف علاقوں سے کل 24 افراد کو حراست میں لیا ہے۔کاونٹر انٹیلی جنس کشمیر نے بھارتی فوج کے ساتھ مل کر ایک چھاپے کے دوران سرینگر میں کشمیر ایوان صنعت وتجارت کے سابق صدر ڈاکٹر مبین احمد شاہ کی 12 مرلے اراضی ضبط کر لی۔یاد رہے سی آئی کے نے ڈاکٹر شاہ پر جدوجہد آزادی کی حمایت کرنے کا الزام عائد کردیا ہے اور وہ 2019 کے آخر سے اپنے خاندان کے ساتھ ترکی میں پناہ گزین کی زندگی گزار رہے ہیں۔

3 جولائی 2026۔۔۔بھارتی پولیس نے ضلع پلوامہ کے ترال نگین پورہ کے رہائشی سہیل فاروق لون کو کالے قانون "پبلک سیفٹی ایکٹ" کے تحت گرفتار کرکے ڈسٹرکٹ جیل بھدرواہ منتقل کردیا۔پولیس نے ان کی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کیلئے ان پر عسکریت پسندوں کا سہولت کار ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔جبکہ ایک اور کارروائی میں پولیس نے ضلع پلوامہ کے علاقے پامپور سے منظور احمد میر نامی کشمیری کو گرفتار کیا۔ان کی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کیلئے ان پر منشیات فروشی کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ضلع راجوری میں کنٹرول لائن پر معمول کے گشت کے دوران بارودی سرنگ کا ایک زوردار دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں بھارتی فوج کا ایک جے سی او ہنتیشور گوگوئی شدید زخمی ہوگیا۔

4 جولائی 2026۔۔۔ضلع ادھم پور میں قائم پولیس اکیڈمی میں ہیڈ کانسٹیبل بشیر انجم ڈیوٹی کے دوران اچانک بے ہوش ہونے کے بعد چل بسا۔بھارتی پولیس نے ضلع بانڈی پورہ کے حاجن علاقے میں ایک ناکے پر تلاشی کے دوران تین نوجوانوں سیار احمد ملہ، معراج الدین حجام اور عامر طارق گنائی کو گرفتار کرلیا۔پولیس نے نوجوانوں کی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کیلئے ان پر منشیات فروشی میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔

5 جولائی 2026۔۔۔پولیس نے انسداد منشیات کی آڑ میں ایک چھاپے کے دوران ضلع بارہمولہ کے علاقے یدی پورہ پلہالن

میں مشتاق احمد بٹ نامی کشمیری کا ایک منزلہ مکان اور چار دکانیں ضبط کر لیں۔جبکہ ضلع ہندواڑہ میں بھارتی پولیس نے اسی مہم کے تحت عنایت اللہ خان کا رہائشی مکان ضبط کرلیا ہے۔

6 جولائی 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں کاونٹر انٹیلی جنس نے دو کتابوں کے مصنفین کے خلاف کالے قانون کے تحت مقدمہ درج کیا ہے جن میں مبینہ طور پر حریت قیادت کی تعریف کی گئی ہے۔جن کتابوں کو نشانہ بنایا گیا ہے ان میں ”پرسنلٹیز اینڈ لیجنڈز آف جموں وکشمیر“ اور ”گریٹ پرسنلٹیز آف جموں وکشمیر“ شامل ہیں۔پولیس نے جموں کے باہو پلازہ میں ایک پبلشر کے دفتر پر چھاپہ مارا اور دستاویزات اور ڈیجیٹل آلات ضبط کیے۔

7 جولائی 2026۔۔۔ ضلع شوپیاں کے چھانہ پورہ علاقے میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان ایک معرکہ پیش آیا جو چار دن تک جاری رہا۔معرکے میں کمانڈر ذاکر گنائی نے آخری گولی تک بھارتی فوج کا مقابلہ کیا اور کئی دن تک زخمی حالت میں انہوں نے دشمن کے ہر وار کا بہادری سے مقابلہ کیا اور لڑتے ہوئے جام شہادت کا رتبہ پالیا۔جھڑپ کے دوران متعدد بھارتی فوجی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔یاد رہے کمانڈر ذاکر گنائی بھارتی افواج کے خلاف سال 2023ء سے میدانِ کارزار میں سرگرم تھے۔

8 جولائی 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں امرناتھ یاترا کے لیے تعینات بھارتی پیراملٹری سینٹرل ریزرو پولیس فورس (سی آر پی ایف) کے تین اہلکار بدھ کے روز سرینگر کے علاقے نوگام میں ٹینگن بائی پاس کے قریب ایک نامعلوم گاڑی کی ٹکر سے زخمی ہو گئے۔بھارتی فوج نے دو مختلف علاقوں میں ایک ڈرائیور سمیت چار افراد کو گرفتار کرلیا۔بھارتی فوج نے ایک تلاشی کارروائی کے دوران سربل کے علاقے میں تین افراد کو گرفتار کیا، پولیس نے سربل کے علاقے میں ہندو امرناتھ یاترا کے لیے نصب چہرے کی شناخت کے نظام (ایف آر ایس) کے ذریعے گرفتار کرلیا ہے۔جبکہ ایک اور الگ کارروائی کے دوران بھارتی پولیس نے سرینگر کے علاقے نوگام میں ٹینگن بائی پاس کے قریب ایک گاڑی کے ڈرائیور کو گرفتار کر لیا جس نے تین سی آر پی ایف اہلکاروں کو ٹکر مار کر زخمی کر دیا تھا۔بھارتی انتظامیہ نے ضلع گاندربل میں مزید چار اساتذہ کو معطل کر دیا ہے۔ان چار سرکاری اساتذہ جن کی شناخت بلال احمد شیخ، عابد محی الدین بٹ، پیر مدثر اور گوہر رشید کلو کے نام سے کی گئی ہے کو ضلع گاندربل میں ہندو امرناتھ یاترا کے سلسلے میں فوری طور پر معطل کر دیا گیا ہے۔اس سے قبل قابض حکام نے مقبوضہ علاقے میں محکمہ تعلیم کے آٹھ افسران کو معطل کر دیا تھا۔

9 جولائی 2026۔۔۔ضلع کولگام میں بھارتی فوجی کے اہلکار وائی چندرا ریڈی نے اپنے کیمپ میں ڈیوٹی کے دوران اپنی سروس رائفل سے خود کو گولی مار کر خودکشی کر لی ہے۔واضح رہے کہ مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارتی فوج میں رجحان بڑھ رہا ہے جس کی وجہ طویل عرصے تک تعیناتی، مشکل اور طویل ڈیوٹی اور نا کافی چھٹیاں ہیں۔ضلع بارہ مولہ کے خواجہ باغ علاقے میں بھارتی پولیس نے اشرف گوجری، وسیم علی، تنویر احمد، وسیم حسین میر اور متعدد دیگر افراد کی رہائش گاہوں پر ایک کارروائی کے دوران

کالے قانون کے ’یو اے پی اے‘ کے تحت چھاپے مارے۔چھاپوں کے دوران بھارتی پولیس نے چار موبائل فونز، ایک لیپ ٹاپ، دستاویزات اور دیگر سامان ضبط کرلیا۔

10 جولائی 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی (این آئی اے) نے بزرگ حریت قائد سید علی گیلانی ؒ اور کل جماعتی حریت کانفرنس کے سینئر رہنما شبیر احمد شاہ سمیت چھ مزاحمتی رہنماؤں کے خلاف ایک پرانے جھوٹے مقدمے میں فرد جرم داخل کر دی ہے، فرد جرم جموں میں قائم این آئی اے کی خصوصی عدالت میں داخل کی گئی ہے۔فرد جرم میں سید علی گیلانی ؒ اور شبیر احمد شاہ کے علاوہ، خواجہ عبدالغنی لون شہید، جاوید احمد میر، شکیل احمد بخشی اور محمد یعقوب وکیل مرحوم کو نامزد کیا گیا ہے۔

11 جولائی 2026۔۔۔ضلع بارہمولہ کے بونیار، کمل کوٹ، کریری، کنزر اور دیگر علاقوں میں بھارتی فوج نے تحریک آزادی کے کارکنوں کے گھروں پر چھاپے مارے، مکینوں کو ہراساں کیا اور موبائل فون، لیب ٹاپ اور دیگر ڈیجیٹل آلات ضبط کر لیے۔بھارتی فوج اور ایجنسیوں کے چھاپوں کا مقصد کشمیریوں کو غیر قانونی بھارتی قبضے کو چیلنج کرنے کی پاداش میں انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا گیا۔

12 جولائی 2026۔۔۔بھارتی فوج کی ایک خاتون کانسٹیبل ونیتا رانی نے جموں کے گڈی گڑھ میں اپنے کیمپ کے فیملی کوارٹرز میں چھت کے پنکھے سے لٹک کر خودکشی کر لی۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں قابض حکام نے دو کتابوں میں حریت قیادت کے ناموں کو شامل کرنے پر تین پبلشرز کو گرفتار کرلیا ہے۔

13 جولائی 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر کے دارالحکومت سرینگر میں 13 جولائی 1931 کے شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے مزارِ شہداء جانے والے افراد کو روکنے کے لیے بھارتی حکام نے سخت پابندیاں عائد کر دی ہیں۔شہر کے مختلف علاقوں میں سیکیورٹی مزید سخت کر دی گئی ہے، جبکہ مزارِ شہداء کو مکمل طور پر سیل کر دیا گیا ہے۔یاد رہے کل جماعتی حریت کانفرنس نے 13 جولائی 1931 کے شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے سرینگر کے علاقے نقشبند صاحب میں واقع مزارِ شہداء کی جانب مارچ کی اپیل کی تھی، جہاں 13 جولائی 1931 کو شہید ہونے والے 22 کشمیریوں کو سپردِ خاک کیا گیا تھا۔کشمیر ہائی وے پر ہندو امرناتھ یاتریوں کو لے جانے والی وبسوں کے درمیان تصادم ہوا جس کے نتیجے میں 18 یاتری زخمی ہو گئے۔

14 جولائی 2026۔۔۔ضلع کولگام میں پولیس نے جاوید احمد ڈار اور پرویز احمد ڈار کی غیر منقولہ جائیدادیں جن میں دو رہائشی مکانات شامل ہیں ضبط کر لیے گئے ہیں۔ضلع سانبہ کے علاقے چک منگا میں بیلا منوہر کے مقام پر بھارتی حکام نے راج محمد کا ایک منزلہ رہائشی مکان مسمار کر دیا ہے۔ایک اور کارروائی میں وجے پور تحصیل کے رکھ بروٹیاں گاؤں میں فرمان علی کی جائیداد ضبط کی گئی ہے۔

15 جولائی 2026۔۔۔ضلع کولگام میں بھارتی فوج کا ایک اہلکار اسسٹنٹ سب انسپکٹر دوران ڈیوٹی دل کا دورہ پڑنے سے ہلاک ہو گیا۔

دلائل اتنے مضبوط ہیں کہ قاری پڑھتے ہوئے مصنف کے نقطہ نظر سے متفق ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا

چند دن پہلے خاکسار کو، ماہنامہ کشمیر الیوم، اسلام آباد کے چیف ایڈیٹر، مکرمی ومحترمی جناب شیخ محمد امین صاحب کی حالیہ شائع ہونے والی کتاب "کشمیر فریب زدہ" وصول ہوئی۔ کتاب دیکھ کر اپنا دل تو یونہی کھل اٹھتا ہے اور اگر نئی شایع شدہ کتاب ملے تو دل مچل مچل کے دیکھتا اور آنکھیں ہمک ہمک کر جھپٹتی ہیں۔ مسئلہ کشمیر برصغیر کا وہ سلگتا ہوا زخم ہے، جو دہائیاں گذر جانے کے بعد بھی تازہ ہے۔ اس موضوع پر اب تک سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ لیکن حال ہی میں منظر عام پر آنے والی کتاب "کشمیر فریب زدہ" اس کتب خانے میں ایک منفرد اور انتہائی اہم اضافہ ہے۔ اس دستاویزی کتاب کے مصنف شیخ محمد امین ہیں۔ جو دارالحکومت اسلام آباد سے شائع ہونے والے معتبر ماہنامہ کشمیر الیوم کے چیف ایڈیٹر ہیں اور طویل عرصے سے صحافت کے ذریعے مظلوم کشمیریوں کی حمایت میں آواز بلند کر رہے ہیں۔ کشمیر فریب زدہ، جہاں بین الاقوامی برادری کے منافقانہ کردار اور عالمی برادری کے جھوٹے وعدوں سے پردہ اٹھاتی ہے، وہاں وادی کشمیر کی موجودہ آئینی اور جغرافیائی حیثیت پر بھی گہرا تاریخی شعور فراہم کرتی ہے۔ شیخ محمد امین نے کتاب میں کشمیریوں کے حق خودارادیت اور آزادی کی جدوجہد کو روایتی جذباتی نعروں کی بجائے، ٹھوس تاریخی حقائق، دستاویزی ثبوتوں اور مختلف مضامین کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اس کا تحقیقی انداز ہے۔ مصنف نے کسی ایک زاویے پر تکیہ کرنے کے بجائے تاریخ کی مستند کتابوں، پرانے اور نایاب سرکاری ریکارڈز اور مقتدر ملکی اور بین الاقوامی اخبارات کے تراشوں سے مواد یکجا کیا ہے۔ مختلف مستند مآخذ سے لئے گئے اس مواد کو جس خوبصورتی اور تسلسل کے ساتھ ایک لڑی میں پرویا گیا ہے وہ مصنف کی کڑی محنت اور مسئلہ کشمیر سے مخلصانہ وابستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ کتاب عام قاری کے ساتھ ساتھ تاریخ کے طالب علموں اور صحافیوں کے لئے بھی بہترین حوالہ ثابت ہوگی۔ کتاب کا سب سے رقت آمیز اور اہم ترین حصہ، کشمیریوں کی جنگ آزادی میں دی جانے والی قربانیوں اور خدمات کا تذکرہ ہے۔ مصنف نے قربانیوں کا سرسری تذکرہ نہیں کیا بلکہ قربانیوں کے انبار سے چن چن کر شہداء کی مکمل اور جامع فہرست کتاب کا حصہ بنائی ہے، جو اس بات کی گواہی ہے کہ تحریک آزادی کشمیر (حق خودارادیت) کسی وقتی ابال کا نام نہیں، بلکہ اس کے پیچھے لاکھوں نوجوانوں کا خون اور ماؤں بہنوں کی قربانیاں شامل ہیں۔ بحیثیت چیف ایڈیٹر شیخ محمد امین کا قلم صحافی پختگی اور ادبی چاشنی کا بہترین امتزاج ہے۔ ان کا انداز تحریر سادہ عام فہم اور اثر انگیز ہے۔ دلائل اتنے مضبوط ہیں کہ قاری پڑھتے ہوئے مصنف کے نقطہ نظر سے متفق ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتاب کا ہر مضمون قاری کو مقبوضہ وادی کشمیر کی سنگین صورت حال پر سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ مجموعی طور پر "کشمیر فریب زدہ" محض ایک کتاب نہیں بلکہ تحریک آزادئ کشمیر کا ایک ایسا مستند انسائیکلو پیڈیا ہے جس کی ہر لائبریری، تعلیمی ادارے اور خاص طور پر کشمیر کے موضوع پر دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے پاس موجودگی ضروری ہے۔ شیخ محمد امین صاحب اس شاندار اور تاریخی کاوش پر مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے بکھرے ہوئے تاریخی سچ کو یکجا کر کے مظلوم کشمیریوں کا مقدمہ پوری قوت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

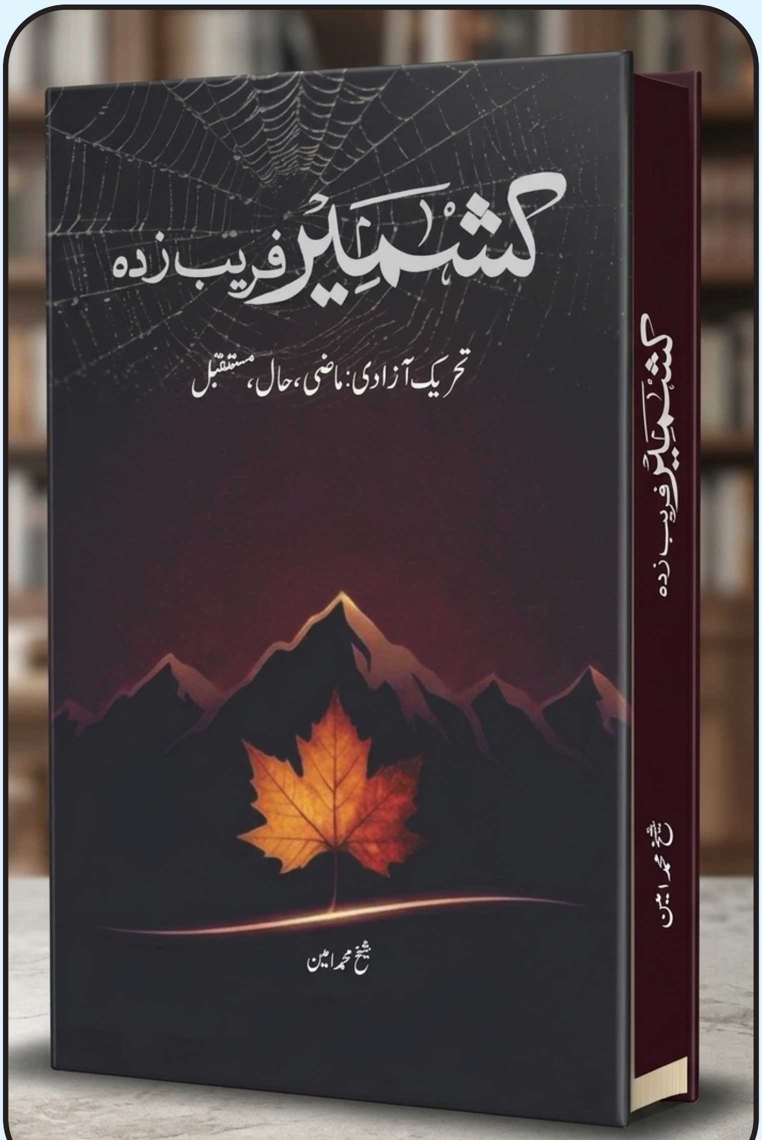

شہزاد منیر احمد

گروپ کیپٹن ریٹائرڈ

راولپنڈی اسلام آباد

Kashmir-ul-Youm Regd. No.885—Mails. B/NPR-234

پلاؤ کباب
Savour Foods®
a tasteful choice

Savour Krispo | Savour Ice Cream | Savour Beverages

DOWNLOAD THE APP NOW

Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

سیور، پاکستان کا Favourite پلاؤ!

#PAKISTANKAFAVOURITEPULAO

RAWALPINDI
- GORDON COLLEGE ROAD
- PINDI CRICKET STADIUM
- GHAZNI MARKET, BAGH SARDARAN
- PESHAWAR ROAD RWP. CANTT

ISLAMABAD
- BLUE AREA
- MELODY FOOD PARK
- MAIN P.W.D ROAD
- PLOT 05 BAHRIA TOWN PHASE VII

LAHORE
- SHAMA CHOWK FEROZEPUR ROAD
- MCLEOD ROAD LAKSHAMI CHOWK
- NEAR SAFARI ZOO, RAIWIND ROAD
- KHUDA BAKHSH COLONY, GHAZI ROAD

WAH CANTT.
- G.T ROAD BAHTER MORR.

SAVOURFOODS.COM.PK | savourfoods | UAN 051 111 728 687